
راحت وفا
موم کی محبت
READING
Section

زندگی چاہیے محبت میں
گھڑی دو گھڑی کی بات نہیں
آپ سے کوئی بھی نہیں پہلے
آپ کے بعد کوئی ذات نہیں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

صبیح احمد کی وفات کا سن کر شرمین ششدر رہ جاتی ہے۔ جبکہ صبیح احمد کا وکیل شرمین کو صبیح احمد کی جائیداد کے کاغذات کے بارے میں بتا کر انہیں لے جانے کا بھی کہتا ہے لیکن شرمین فی الوقت معذرت کر لیتی ہے۔ وہ اذان سے صبیح احمد کی وفات کا ذکر نہیں کرتی۔ زینت آپا شرمین کو کھانے پر مدعو کرتی ہیں لیکن شرمین عین وقت پر معذرت کر کے ایک طرف زینت آپا کو مایوس کرتی ہے تو دوسری طرف بوبی کو بھی اشتعال دلاتی ہے۔ بوبی زینت آپا کو دھمکی دیتا ہے کہ واپس ملک سے باہر چلا جائے گا جس پر زینت آپا کوئی توجہ نہیں دیتی ہیں۔ ننھی صفدر کو فون کر کے عبدالصمد کے زخمی ہونے کی اطلاع دیتی ہے۔ جس پر صفدر بے تابی سے زیبا کے پاس آتا ہے اور اولاد کی محبت سے مجبور ہو کر اسے سخت سست سنا کر عبدالصمد اور زیبا کو اسپتال لے جاتا ہے اور وہی سے اپنے نئے گھر لے آتا ہے پوتے کو دیکھ کر جہاں آرا بیگم بھی پہلی بار زیبا کو اپنے غصے کا نشانہ بناتی ہیں۔ شرمین آفس سے اذان کو اسکول لینے کے لیے نکلی تو راستے میں گاڑی خراب ہونے کے باعث اس کی ملاقات عارض سے ہو جاتی ہے عارض اسے ساتھ چلنے کو کہتا ہے لیکن وہ معذرت کرتی رکشہ میں سوار ہو جاتی ہے۔ عارض کے دل میں ایک بار پھر شرمین کے لیے محبت کے دیپ جل اٹھتے ہیں وہ شرمین سے مل کر پچھلی تمام باتوں کی وضاحت کے ساتھ معافی بھی مانگنا چاہتا ہے لیکن اب شرمین محبت کی صدا پر کان سختی سے بند کر لیتی ہے۔ عارض کے لائے گئے پھول بھی شرمین قبول نہیں کرتی۔ عارض کے دل میں صبیح احمد سے نہ ملنے کا ملال موجود رہتا ہے۔ صفدر اب زیبا کو عبدالصمد کی وجہ سے برداشت کرتا ہے اور مسلسل اسے اپنے عتاب کا نشانہ بناتا رہتا ہے جس پر زیبا گھر سے جانے کی بات کرتی ہے مگر صفدر زیبا کو کمرے میں بند کر دیتا ہے۔ سجنا عارض کی محبت میں گرفتار ہو کر اسے فون کرتی ہے جس پر عارض سخت رد عمل کا اظہار کرتا سعید صاحب (منیجر) کو کال کر کے سجنا کو اپارٹمنٹ سے نکالنے کے ساتھ مالی مدد کے لیے بھی کہتا ہے۔ زینت آپا کی خراب طبیعت کے باعث شرمین زینت آپا کے گھر آتی ہے بوبی زینت آپا کی خراب طبیعت کا قصوار شرمین کو ٹھہراتا ہے جس پر شرمین اس کی جھوٹی محبت کی تصویر دکھا کر وہاں سے جانا چاہتی ہے لیکن بوبی اسے بھولی کے برابر کھڑا کرتا ہے شرمین صدمہ کا شکار ہو کر وہاں سے نکل آتی ہے۔ آغا جی عارض کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ سجنا کو بھول کر شرمین سے معافی مانگ لے۔ عارض آغا جی کو سچ بتانے سے فی الحال قاصر رہتا ہے۔ عارض صفدر سے مل کر اسے شرمین سے بات کر کے راہ ہموار کرنے کے لئے کہتا ہے جس پر صفدر عارض کو سمجھا کر شرمین سے بات کرنے کے لئے ہامی بھر لیتا ہے۔ صفدر کے لیے ایک طرف اس کی بیوی کا گناہ گار تو دوسری طرف اس کا محسن دوست جس نے ہر مشکل گھڑی میں اس کا ساتھ دیا تھا اسے بیوی کی ہر بات غلط ماننے پر اکسار ہے تھے مگر صفدر عارض کے ماضی سے ناآشنا بھی نہیں ہے اس الجھن کو سلجھانے میں وہ اپنی نفرت کا نشانہ زیبا کو بناتا ہے۔ زیبا اب اپنا یقین دلاتے تھک چکی ہے وہ صفدر کی زندگی سے نکل جانا چاہتی ہے لیکن اچانک ڈور بیل پر زیبا دروازہ کھولتی ہے اور خراب طبیعت کے پیش نظر مقابل کے سامنے زمین پر گر کر بے ہوش ہو جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

بے ہوش زیبا کو ہوش دلانے میں عارض صفدر کے ساتھ مصروف تھا اسے صفدر نے گود میں اٹھا کر اپنے بیڈ پر لٹایا۔ عارض نے پانی کا گلاس اس کو دیا پانی کے چھینٹے مارو، صفدر نے ایسا ہی کیا، جہاں آرا بوکھلاہٹ میں اس کے چہرے پر آیتیں پڑھ کر پھونکنے کے ساتھ ساتھ ہاتھ سہلا رہی تھیں۔

"صفدر، بھابی کو اسپتال لے چلتے ہیں یہ تو بالکل زرد ہو رہی ہیں۔" عارض کی پیشکش پر صفدر نے غور سے زیبا کا چہرہ دیکھا پھر عارض کی نگاہوں میں کچھ تلاش کرنا چاہا مگر وہاں تو دور دور تک انجان سی معصومیت کے سائے تھے، وہ بالکل نارمل تھا البتہ زیبا کی وجہ سے وہ کچھ فکر مند سا ہو گیا تھا اور کچھ گلٹ محسوس کر رہا تھا کہ وہ طبیعت خرابی کے باعث دروازے تک آئی اور پھر بے ہوش ہو گئی۔ اسے باہر گیٹ پر پوچھ لینا چاہیے تھا، وہ تو حال دل سنانے اور دل کا بوجھ ہلکا کرنے آیا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ ایسا ہوگا زیبا نے نیم وا آنکھیں چھت پر مرکوز کیں اور بہت بیزاری کا ثبوت دیا۔

"تھینک گاڈ بھابی کو ہوش آ گیا۔" عارض نے خوش ہو کر کہا تو صفدر نے فوراً زیبا کو دیکھا وہ عارض کی طرف دانستہ متوجہ نہیں ہو رہی تھی۔

"ہاں، اللہ کا شکر ہے بیٹا میں تمہارے لیے چائے بنواتی ہوں۔" جہاں آرا نے عارض سے کہا۔

"ارے نہیں خالہ جان آپ بھابی کو جوس وغیرہ بنوا کر دیں میں پھر آ جاؤں گا۔" اس نے زیبا کے آرام کی خاطر کہا۔

"نہیں بیٹھو تم، بلکہ امی چائے کے ساتھ کباب فرائی کرائیں۔" صفدر نے اسے اور امی کو ایک ساتھ کہا دراصل وہ نہیں چاہتا تھا کہ عارض بنا بات کیے جائے کب سے لاوا پک رہا تھا۔ آج اتفاق سے وہ آ گیا تھا تو صفدر کی خواہش تھی کہ زیبا کی موجودگی میں پوچھے...... جانے...... امی تو اٹھ کر باہر چلی گئیں۔

"نہیں یار، چائے ادھار رہی پھر آ جاؤں گا، میں تو دل کا بوجھ ہلکا کرنے آ گیا تھا، پھر سہی۔" عارض اٹھ کھڑا ہوا۔

"دل کا بوجھ بڑھ جائے تو آدمی اس کے وزن سے سر تک زمین میں دھنس جاتا ہے۔ بانٹ لو مجھے بھی کچھ شیئر کرنے دو۔" صفدر نے ایک نظر زیبا پر ڈالی اور چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن یہ مناسب وقت نہیں بھابی کا خیال رکھو۔" عارض بڑے نارمل انداز میں کہہ کر چلا گیا۔ صفدر چاہ کر بھی نہ اسے روک سکا اور نہ پوچھ سکا زیبا کو گھور کر دیکھا اور پھر اس پر ہی برس پڑا۔

"کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینے سے خطرہ ٹل نہیں سکتا، اگر تم پارسا ہو تو کیوں عارض کو دیکھتے ہی بے ہوشی کا ڈرامہ رچا لیا بچی تھیں تو اس کا گریبان پکڑتیں دو ہی باتیں ہیں زیبا بیگم یا تو آپ نے جھوٹ کا بھانڈہ پھوٹنے کے خوف سے ڈرامہ کیا یا پھر کوئی اور وجہ تھی مگر عارض گناہ گار نہیں۔"

"میں نے ڈرامہ کیا اور آپ کا دوست پارسا ہے۔" وہ بولی۔

"ہاں ورنہ کوئی اپنے گناہ گار کو سامنے آنے کے باوجود یوں جانے دیتا ہے۔" وہ بڑی بے رحم نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں اس کی وجہ سے بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔" وہ پوری قوت سے چلائی۔

"ہنہہ کیا ایکٹنگ ہے میں تو حیران ہوں کہ فلمی سچویشن بنانے کی تم تو چیمپئن ہو۔"

"آپ پوچھ لیتے آپ نے کیوں نہیں پوچھا؟"

"کیوں...... کیوں پوچھتا میں وہ مجھے کسی طرح سے بھی مجرم نہیں لگتا اس کی زبان پر بھابی، بھابی تھا نگاہوں میں احترام تھا کوئی احساس ندامت نہیں تھا ارے مجرم تو تم تھیں جو اسے دیکھ کر خوف سے بے ہوش ہو گئیں۔"

"بس کریں صفدر پلیز۔" وہ رو دی۔

"آنسو بہانے کی ضرورت نہیں، تم سچی ہو تو پوچھو گی میرے سامنے۔"

"رہنے دیں۔" آپ کو پھر بھی دوست ہی پیارا ہوگا میں تو ویسے ہی بہت بری ہوں آپ کی نظروں میں دکھ یہ ہے کہ آپ مجھے نہ آزاد کرتے ہیں اور نہ جینے دیتے ہیں۔"

"اور کیسے جیتے ہیں؟ زندگی تو میری موت سے بدتر ہے۔" وہ غصے سے کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا تو وہ تکیے میں منہ چھپا کر سسکیاں لینے لگی۔

"یاالٰہی، میرا قصور معاف کردے میری خطا کو درگزر فرمادے صفدر کے دل میں رحم ڈال دے آمین۔" دعا سسکیوں کے ساتھ کمرے میں سنائی دی۔ جہاں آرا کا دل دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے کانپ اٹھا۔ انہیں آخری جملہ صاف سنائی دیا تھا۔ صفدر کے حوالے سے وہ نادم سی ہو کر واپس پلٹ گئیں۔ زیبا کو آنسو دینے والا صفدر اتنا بے رحم ہے کہ وہ رحم مانگ رہی تھی۔ وہ بہت دکھی اور شرمسار ہو کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں۔

❀......❀❀......❀

وہ آفس نہیں گئی تو بوبی گھر پہنچ گیا۔

وہ ملازمہ سے اپنے کمرے کی صفائی کرا رہی تھی۔ ساتھ ساتھ اذان کے دھلے ہوئے کپڑے تہہ کر کے الماری میں رکھ رہی تھی۔ دوپہر کا کھانا بھی پکانا اور اذان کو پک بھی کرنا تھا اور اس سے بھی بڑا مرحلہ جو ذہن میں چٹکیاں بھر رہا تھا وہ نئی ملازمت تلاش کرنا تھا بوبی کو دیکھ کر اس کی پیشانی پر سلوٹیں نمودار ہوئیں۔

"بوبی آپ کو یہاں آنے کی اجازت نہیں۔"

"شرمین، پلیز میری بات سن لو۔" وہ ہکلایا۔

"میرے پاس وقت ہے نہ ضرورت کہ میں آپ کو سنوں۔" وہ کام میں مصروف رہی۔

"تم بتاتی کیوں نہیں کہ یہ بچہ کس کا ہے؟"

"یہ بچہ نہیں میرا بیٹا ہے اور تمہاری ہمت کیسے ہوئی آج پھر یہ سوال کرنے کی۔"

"کیونکہ میں جاننا چاہتا ہوں، پھر سوچ سکتا ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں، تمہیں کچھ بھی بتانے کی میں پابند نہیں۔"

"دیکھو، میں نے غلط کہہ دیا مگر میں اب بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔" وہ بڑی روانی میں کہہ گیا وہ ایک لمحہ اسے دیکھتی رہی اور پھر طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میں اتنی چغد، دل پھینک اور احمق ہوں کہ تمہاری فضول باتوں کا اثر لوں گی۔"

"پلیز۔"

"پلیز، جاؤ یہاں سے۔"

"میں شرمندہ ہوں۔"

"مت کوئی بات کرو، جاؤ۔"

"شرمین میں محبت کرتا ہوں، بس۔"

"ہنہہ محبت۔" وہ ہنسی۔

"بلیو می۔"

"جانتے ہو عورت کو محبت سے زیادہ عزت کی ضرورت ہوتی ہے محبت کا اظہار تو کسی خاص لمحے میں ہوتا ہے جبکہ عزت تو ہر لمحہ درکار ہوتی ہے۔ مجھے تمہاری کسی بات پر اب یقین نہیں آسکتا۔" وہ دوٹوک لہجے میں کہہ کر وارڈ روب بند کر کے کچن کی طرف چل دی وہ بھی ڈھیٹ بن کر پیچھے آ گیا۔

"اس بچے کی وجہ سے ایسا کر رہی ہو نا۔"

"ہاں۔"

"بتاتی کیوں نہیں۔"

"پلیز جاؤ، مجھے کھانا پکانا ہے۔"

"مطلب۔"

"مطلب یہ کہ جاؤ، پھر نہ آنا۔"

"اور آفس۔"

"میں نے آفس بھی چھوڑ دیا ہے۔"

"پاگل ہوگئی ہو، پلیز آفس نہ چھوڑو میری منت ہے۔"

"فی الحال جاؤ میں نے زینت آپا کے کہنے پر شروع کیا تھا ان سے ہی واسطہ ہے۔" وہ پیاز چھیل کر آنکھوں میں آئے پانی کو صاف کرتے ہوئے بولی۔ وہ چند لمحے رکا رہا پھر چلا گیا۔ اسے افسوس ہوا کیونکہ وہ ایسی نہیں تھی، زینت آپا کے احسانات یاد تھے اسے مگر بوبی کی ناسمجھی نے حالات کس نہج پر لاکر کھڑے کردیے تھے کہ اب وہ سب بھولنا چاہتی تھی۔ حالات کی خرابی میں اگر ستر فیصد بوبی کا ہاتھ تھا، تو تیس فیصد مرحوم صبیح احمد کا بھی تھا جواذان کی صورت اسے نہ حل ہونے والا سوالنامہ دے گئے تھے۔ ایسی بڑی ذمہ داری جسے نبھانے کے لیے اسے تنہا رہنا تھا۔ کوئی اس کا پرسان حال نہیں بن سکتا تھا۔ زندگی بند گلی میں ہراساں تھی۔ نہ خوف ختم ہورہا تھا نہ سکون میسر تھا نجانے آنکھوں کے گوشے کہاں سے آئے پانی کو بہانے لگے۔

"خیر، یا اللہ تیرا شکر ہے تو نے بڑا اجر رکھا ہے۔ اس میں کہ بن مانگے ملنے والی نعمتوں کا شکر ادا کیا کرو، بے شک یہ شکر کی عادت ہی ہے جو تم پر پڑنے والی مصیبتوں کا راستہ روکتی ہے۔ بے شک اللہ تو مہربان ہے میں تیری شکر گزار ہی رہنا چاہتی ہوں تو نے مجھ پر خوشی کا نیا در کھولا ہے۔ اذان بھیجا ہے۔ میں بند دروازے کے سامنے کیوں روؤں، جبکہ تیرا کرم ہے۔" اس نے اچھی طرح دوپٹے سے آنکھیں صاف کیں اور پھر قوی اعصاب کے ساتھ کھانا پکانے میں مصروف ہوگئی۔

❀......❀❀......❀

حاجرہ بیگم نے نماز عصر ادا کی ہی تھی کہ ننھی چائے کے دو کپ لیے ان کے پاس آ گئی حاجرہ بیگم نے بھانپ لیا کہ وہ یقیناً زیبا کی ہی کوئی بات کرنے آئی ہے۔

"بیٹا اسے سمجھاؤ کہ لڑکی جب شادی کے بندھن میں بندھ جاتی ہے تو اس کے مقام میں، اس کی ذمہ داری میں اور اس کے فرائض میں تبدیلی آجاتی ہے۔ وہ اب ایک ماں، بہو اور بیوی بھی ہے یہاں سے عورت کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے وہ عورت کی ذمہ داریوں سے بھاگ نہیں سکتی۔" وہ بولتے بولتے رکیں نھی نے چائے کی چسکی لی اور کہا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں، زیبا کو میں بھی یہی سمجھاتی ہوں مگراب وہ فون پر بضد ہے کہ اسے لینے جاؤں۔"
"ہرگز نہیں بالکل اس کی ضد پر غور نہیں کرنا۔" انہوں نے سختی سے کہا۔
"لیکن وہ ڈسٹرب ہے۔"
"بلاوجہ ہے اتنی چھوٹی سی فیملی ہے چاہنے والی ساس ہے۔"
"اسے صفدر بھائی سے مسئلہ ہے صفدر بھائی بھی تو اس کو پریشان کرتے ہیں۔" اس نے دبے دبے لہجے میں بتایا۔
"کرتا ہے مرد کرتے ہیں عورت تبدیل کرتی ہے، اسے پیار نہ کرتا تو عبدالصمد کی اتنی فکر کرکے دوڑا نہ آتا۔"
"بس ان کو بھی کچھ پرابلم رہتا ہے زیبا کو انہیں بھی سمجھنا چاہیے۔" نمی کو زیبا کی صفائی میں ہولے سے منہ کھولنا پڑا۔
"کچھ بھی ہے اسے کہو ٹک کے رہے گھر بدلا ہے اسے سجائے سنوارے۔"
"میں ملنے تو چلی جاؤں نا۔"
"کل جانا، رہنے دو رات وہیں۔"
"چلیں ٹھیک ہے۔"
"بیٹا مجھے تم سے بھی کچھ کہنا ہے۔"
"جی خالہ حکم کریں۔"
"بیٹا زندگی کا سفر نئے سرے سے شروع کرو یوں خود کو تباہ نہ کرو۔"
"خالہ بس اب مرد ذات پر اعتبار کرنا ہی نہیں چاہتی، آپ نے ماں کی کمی پوری کردی، زیبا بہن سے بڑھ کر ہے اور کچھ نہیں چاہیے۔" اس نے خالی کپ ٹرے میں رکھا۔
"پیاری بیٹی، زیبا اپنے گھر کی ہے میری زندگی چراغ سحری ہے۔ تمہیں سہارے کی ضرورت ہے یہ وقت قیمتی ہے ابھی وقت ہے تمہارے پاس میں کسی سے بات کروں کیا؟"
"خالہ میں اس کے لیے تیار ہی نہیں ہوں۔"
"ذہن بناؤ میں فکرمند ہوں۔"
"ٹھیک ہے خالہ سوچوں گی اب یہ بتائیں رات کے کھانے کے لیے کیا پکاؤں۔"
"کچھ بھی پکالو جو آسانی سے پک جائے۔"
"ٹھیک ہے آپ آرام کریں۔"
"زیبا کا فون اٹینڈ ہی نہ کرنا۔" انہوں نے پھر یاد دلایا اس نے اثبات میں گردن ہلائی اور آگے بڑھ گئی حاجرہ بیگم ماں تھیں انہیں رات دن بس زیبا کی فکر ہی کھائے جارہی تھی۔ کسی صورت اس کا گھر ٹوٹتے برداشت نہیں کرسکتی تھیں۔

❀......❀❀......❀

زیبا کی طبیعت بحال تھی۔ ایک چولہے پر دودھ ابالنے کے لیے رکھا اور دوسرے پر ہنڈیا چڑھائی مگر ذہن میں بھی ہنڈیا پک رہی تھی کہ سب کیا ہے؟ کیا عارض اس طرح اداکاری کرسکتا ہے؟ اس نے ذرا بھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ میرا مجرم ہے وہ جان بوجھ کر انجان اور معصوم فرشتہ بنا رہا، صفدر مجھے ہی کو قصاب کی نظر سے دیکھتے رہے اس طرح تو صفدر سچے اور حق بجانب ثابت ہوگئے مجھ پر نہ انہیں پہلے بھروسہ تھا اور نہ اب ہوگا۔ یاخدا میں کیا کروں، کیا مجھے ہی عارض کا مکروہ چہرہ بے نقاب کرنا ہوگا؟ صفدر کو یقین دلانے کے لیے خود یہ قدم اٹھانا ہوگا، اگر پھر بھی عارض مکر گیا تو میں کیا بگاڑلوں گی، میرے پاس تو کوئی ثبوت ہی نہیں، میرا تو اپنا شوہر میری بات کا اعتبار نہیں کرتا، میں کیا کروں؟" وہ بظاہر ٹماٹر کاٹ رہی تھی مگر دوسری طرف دودھ ابل کر دیگچی سے باہر آ گیا تھا پریشر ککر زور و شور سے سیٹی بجارہا تھا ایسے میں صفدر کچن کے سامنے سے گزرتے ہوئے رکا اور اندر آ گیا۔
"جب یادوں سے باہر نکلا کرو تو کچن میں آیا کرو۔" اس نے تیر چلایا۔ وہ چونکی اور چولہے بند کرکے جلدی جلدی ڈسٹر سے چولہا صاف کرنے لگی۔

"اب کوئی نیا راستہ تلاش کرو اپنی صفائی میں۔"

"اس کی ضرورت نہیں، بس نہ مجرم سے کچھ پوچھنا ہے اور نہ اپنی بے گناہی ثابت کرنی ہے۔"

"تو پھر۔"

"بس آپ مجھے آزاد کر دیں مجھے جانا ہے۔" اس نے ٹماٹر کی پلیٹ اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔ تو اس نے یک دم اس کی کلائی کو مضبوطی سے پکڑ کر کچن سے باہر گھسیٹا ٹماٹر کی پلیٹ فرش پر گر کے چکنا چور ہو گئی۔

"تو جاؤ، نکلو یہاں سے جانے میں دیر کیسی؟" اس کی آنکھوں سے شعلے لپک رہے تھے منہ سے کف اڑ رہا تھا وہ چڑیا کی طرح خوف زدہ سی لرزنے لگی۔

"چھوڑیں پلیز صفدر چھوڑیں مجھے۔" وہ چلا رہی تھی مگر وہ ایک نہیں سن رہا تھا۔

"جانا ہے تو جاؤ شوق پورا کرو ابھی اسی وقت جاؤ۔" اس نے کمرے میں دھکا دیا خود اس کا بیگ اٹھا کر اس کی طرف پھینکا وہ ہراساں سی رو رہی تھی۔ جہاں آرا ان کا شور سن کر کمرے میں آ گئیں۔

"یہ...... یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"امی...... یہ...... یہ آپ کی چہیتی بہو جانا چاہتی ہے تو جائے ابھی جائے۔" وہ بہت جذباتی ہو کر بولتا چلا گیا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا جہاں آرا متعجب سی ہو کر آنسو بہاتی زیبا کو دیکھنے لگیں۔

"امی وہ میں نے ابھی جانے کا نہیں کہا۔" اس نے وضاحت کرنی چاہی۔

"کیوں، کیوں آخر تم یہاں سے بھاگنا چاہتی ہو، یہاں اپنے گھر سے آخر جانا ہی کیوں چاہتی ہوں مسئلہ کیا ہے تمہارا؟" جہاں آرا کو بھی غصے میں پوچھنا پڑا۔

"امی میں نے ان کے طنزیہ جملے پر کہا تھا اور وہ خود یہی چاہتے ہیں۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔

"بس کرو بہو، پہلے میں صفدر کو ہی غلط سمجھتی تھی مگر تمہارا دل یہاں نہیں لگتا۔" جہاں آرا کہہ کر باہر چلی گئیں تو وہ اس ذلت پر، اس تضحیک پر بے بسی سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی، صفدر نے کس بری طرح اس کی کلائی پر ہاتھ کا دباؤ دیا تھا کہ سرخ نشان پڑ گیا تھا۔ اپنی بے بسی پر، اپنی اس ذلت پر صرف رو ہی سکتی تھی۔ صفدر کی چالاکی ہی تو تھی کہ اس نے اس کے ایک جملے پر اتنا شدید ردعمل ظاہر کیا، کیوں آخر کیوں؟ کاش وہ پوچھ سکتی۔

❀......۞۞......❀

ایک سڑک سے دوسری اور دوسری سے تیسری یوں بے دھیانی میں سڑکوں سڑک گاڑی چلاتے ہوئے وقت کا احساس ہی نہیں ہوا، غم و غصے نے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی منجمد کر دی تھی۔ جتنا غصہ زیبا پر نکالا تھا اس سے کئی گنا اس کے اندر ٹکریں مار رہا تھا۔ پتا نہیں کیوں؟ ایسا کیا کہہ دیا تھا اس نے کہ وہ سننا نہیں چاہتا تھا یا شاید اس کے دل میں کوئی جھری بن گئی تھی کوئی ایسی باریک سی دراڑ بن گئی تھی جو اسے ابھی دکھائی تو نہیں دے رہی تھی البتہ اس کا ہلکا سا شائبہ ضرور اسے آج محسوس ہوا تھا جبکہ اس کے عارض پر لگائے گئے الزام سے ہی وہ دلی طور پر رنجیدہ تھا۔ مضطرب تھا کوئی سرا ہاتھ نہیں آ رہا تھا دل عارض کے لیے آئینے کی مانند صاف شفاف تھا۔ زیبا کی بات پر نہ یقین تھا اور نہ بھروسہ پھر ایسے ناقابل اعتبار رشتے کی کیا حیثیت تھی۔ دونوں کے درمیان ایک معاہدہ تھا جس کے تحت زیبا جانا چاہتی تھی تو اس میں حرج ہی کیا تھا؟

"صفدر تم خود بھی تو یہی چاہتے ہو اسے اپنی زندگی سے دھتکارنا، نکالنا اس کی کوئی حیثیت اور اہمیت ہی کیا جو حسن سلوک اس کے ساتھ روا رکھتے ہو اس کے بعد وہ کیا کہتی، شاید یہی تقاضہ کرتی لیکن اس تقاضے کے پیچھے کیا ہے؟ عارض کی طرف سے ملنے والا نارمل رویہ شاید ایسا ہی ہے زیبا کی یہ شکست ہے اسی لیے وہ بھاگنا چاہتی ہے۔" کبھی کبھی انسان اپنے اندازوں کے ساتھ اطمینان قلب حال کرنا چاہتا ہے جبکہ اکثر اس کے اندازے غلط ثابت ہوتے ہیں یہ اس کے ذہن کی سوچ تھی زیبا تو خود اس کی طرح اندازے لگانے میں مصروف تھی۔

"کچھ بھی ہے صفدر زیبا کا جانا یقینی ہے اب تم چاہ کر بھی اسے روک نہیں سکتے کیا تم اسے روکنا چاہتے ہو؟" اس نے آنکھیں

موند کر گاڑی کی پشت سے سر ٹکا کر کچھ دیر خود سے سوال کیا اور پھر ایک طویل سرد آہ کے سوا کوئی جواب اندر سے نہ آیا تھک کر گاڑی واپسی کے لیے موڑی اور شدید سر درد کے ساتھ جب لوٹا تو وہ صوفے پر پیر سمیٹے سو رہی تھی عبدالصمد تو دادی کے پاس ہی تھا اس نے ایک ہاتھ سینے پر رکھا تھا اور دوسرا ہاتھ جس کی کلائی ابھی تک سرخ تھی وہ ماتھے پر رکھا تھا تکیے سے سلوٹ زدہ لباس میں الجھے الجھے بالوں کے ساتھ اس کے برتاؤ کی کہانی سنا رہی تھی۔ اس نے اچٹتی سی نگاہ ڈالی اور واش روم کی لائٹ آن کر کے اندر چلا گیا اسی اثنا میں اس نے اپنا آنچل سر سے پاؤں تک تان لیا۔ وہ باہر نکلا تو پھر ضبط نہ کر سکا۔

"منہ چھپانا تھا تو اس وقت چھپاتیں جب کالک لگی تھی۔" وہ سن کر کوئلہ ہوگئی۔

"تمہیں تو جانا تھا گئیں کیوں نہیں؟" اس نے پھر نشتر زنی کی تو وہ بولنے پر مجبور ہوگئی۔

"جی تو چاہتا ہے کہ دنیا سے ہی چلی جاؤں۔"

"مجھے قبر میں اتارنے سے پہلے یہ فیصلہ کیا ہوتا؟" وہ اس کے قریب کھڑے ہو کر بولا تو وہ اٹھ بیٹھی۔

"اللہ نہ کرے آپ کو کچھ ہو۔" غیر ارادی طور پر وہ کہہ بیٹھی تو وہ جذباتی ہوگیا۔

"اتنی خیر خواہ میری جانتی ہو تم نے کیا دیا ہے مجھے ایسی پیاس جو ہر رات مجھے بے قرار کرتی ہے جان لیوا کہرام جو مجھے بے چین رکھتا ہے جانتی ہو قربت کی پیاس کیا ہوتی ہے لیکن تم کیا جانو، تم نے تو مجھ سے کسی جنم کا بدلہ لیا ہے۔" وہ اسے سرتاپیر سلگتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا تو وہ ندامت سے نظریں چرا گئی کچھ نہ بولی وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور پھر بولنے لگا۔

"شادی یہ ہوتی ہے کاش مجھے اندازہ ہوتا مگر اندازہ ہوتا ہی کیسے تم نے اس رشتے کی بنیاد رکھی ہی دھوکے پر تھی دھوکے نے میری پیاس کو نفرت میں بدل دیا جانے کیسے ایک لمحے کی غفلت میں عبدالصمد آ گیا۔"

"تو آپ کو بہت پچھتاوا ہے۔"

"پچھتاوے کی فہرست لمبی ہے مجھے تم نے اور دیا ہی کیا ہے؟"

"مانتی ہوں اسی لیے تو آپ کی زندگی سے جانا چاہتی ہوں۔"

"ہنہہ میرے دوست کے سر الزام دھر کے مجھے ایک نیا پچھتاوا دے کر کہ میں اپنا عزیز دوست کھو کر عمر بھر خود سے نظر بھی نہ ملا سکوں۔" اس نے طنز کیا۔

"الزام نہیں ہے۔"

"تو کیوں نہیں اس کا سامنا کر کے کہا۔ وہ یہاں بیٹھا رہا اور تم بے ہوش بنی رہیں۔"

"حیرت تو یہی ہے کہ وہ کتنا چالاک مجرم ہے۔"

"بہر کیف میرے دوست پر الزام تراشی کرنا چھوڑ دو۔"

"میں اس سے ملنا چاہتی ہوں اپنی بے گناہی کا داغ مٹانا چاہتی ہوں۔" اس نے مضبوط لہجے میں کہا تو وہ سوچ میں پڑ گیا اور پھر کچھ دیر بعد چلایا۔

"ملو، ضرور ملو، بس جھوٹ ہوا تو تمہاری خیر نہیں۔"

❁......◉◉......❁

اذان کو اسکول چھوڑ کر وہ گھر آئی تھی۔ مگر پورچ میں زینت آپا کی گاڑی دیکھ کر حیرت ہوئی۔ اس کا پورشن لاک تھا زینت آپا چھوٹے سے لان میں پڑی کرسی پر بیٹھی تھیں۔ شیر دل بابا ان کے ساتھ تھے۔

"آپا آپ نے کیوں زحمت کی، طبیعت کیسی ہے آپ کی؟" وہ دوڑ کر ان سے لپٹ گئی۔

"طبیعت کی فکر بیٹی کو نہیں سو ناراض بیٹی کو منانے آنا پڑا۔" انہوں نے اس کی پیشانی چوم کر شکوہ کیا۔

"شرمین بیٹا، بیگم صاحبہ کو آپ کی ضرورت ہے خدارا ان کا خیال کریں۔" شیر دل بابا نے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"بابا آپ ڈرائیور کے پاس جائیں میں آتی ہوں۔" زینت بیگم نے انہیں دانستہ باہر جانے کا کہا۔

"آئیں اندر بیٹھتے ہیں آپ نے ناشتہ بھی نہیں کیا ہوگا۔" اس نے سہارا دے کر اٹھایا اور پھر انہیں لیے کمرے کی طرف لاک

کھولا آرام سے بٹھایا۔ کمرے میں اذان کی چیزیں پھیلی ہوئی تھیں زینت بیگم دیکھ کر بڑی اپنائیت سے بولیں۔

"اتنا حوصلہ، اتنا صبر اور اتنی محبت کہاں سے لائی ہو، اذان کو جو محبت اس کی اپنی ماں بھی نہ دے سکی وہ تم دے رہی ہو، حوصلہ تو دیکھو کہ صبیح احمد کا دیا ہر دکھ بھول گئی۔"

"آپا اللہ مہربان ہوتا ہے نا وہ نارسائی کے دکھ محبت کے پھائے رکھ کر بھلا دینے کے وسیلے بناتا ہے۔ اب صبیح احمد کہیں نہیں ہیں اذان اپنا وجود اور اپنا احساس رکھتا ہے اس کی ذات میں، میں اپنی نامکمل ہستی کو بھول گئی ہوں۔" وہ اذان کے کپڑے کتابیں سمیٹتے ہوئے بولی۔

"بچے تو معصوم ہوتے ہیں پیار چھین لیتے ہیں۔"

"آپا مجھ سے زیادہ تو مظلوم اذان ہے جو زندہ ماں کو مردہ اور مردہ باپ کو زندہ سمجھتا ہے۔"

"ہمنہہ، لیکن شرمین، زندگی اس کے علاوہ بھی ہے۔"

"آپا اب کچھ بھی نہیں، عارض کا باب اس نے خود بند کیا، بوبی کی کتاب میں بند کر کے آئی تھی۔"

"میں ان دونوں کی بات نہیں کر رہی، صرف تمہاری کر رہی ہوں زندگی ایسے بسر نہیں ہوتی۔"

"اب بسر کرنے کا جواز ہے میرے پاس محبت کی اب ایک ہی صورت سچی نظر آئی ہے مجھے، باقی تو سب محبت کا چہرہ مسخ کرتے آئے ہیں۔"

"مگر اذان کو باشعور ہونے پر یہ جھوٹ پسند نہیں آئے گا۔"

"آپا محبت کی شدت چیزوں کا حلیہ بدل دیتی ہے، اذان کو اتنی محبت دوں گی کہ اسے نفرت یاد ہی نہیں آئے گی۔" وہ وثوق سے بولی۔

"لیکن اپنی زندگی، اپنا قیمتی وقت۔" انہوں نے پوچھا۔

"میں آپ کے لیے چائے اور ناشتہ بنا کر لاتی ہوں۔" اس نے ان کی بات ٹالی۔

"ضرورت نہیں، میں تم سے منت کرنے آئی ہوں۔"

"آپا، پلیز شرمندہ نہ کریں۔"

"آفس چلو اور آفس چھوڑنے کی اجازت نہیں تمہیں۔"

"آپا میں بوبی سے الجھنا نہیں چاہتی آپ کو اس کا اندازہ ہے۔"

"وہ کینیڈا جانے کا پروگرام بنا چکا ہے۔"

"یہ اس کا ذاتی مسئلہ ہے۔"

"پھر تم آفس دیکھو پلیز۔"

"اور آپ۔"

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔" انہوں نے مسکرا کر کہا تو وہ چپ ہو گئی۔

❀......❀❀......❀

وہ ناشتے کے لیے میز پر پہنچا تو آغا جی نے کوئی نوٹس نہ لیا وہ اپنی سوچ میں گم تھے۔ غیر معمولی سنجیدگی اور پریشانی محسوس کر کے عارض نے پوچھا۔

"بابا، خیر تو ہے۔"

"ہر مرد یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اپنے بچے کو ماں اور باپ دونوں کا پیار دے سکتا ہے، میں نے بھی بیوی کے جانے پر یہی غرور کیا تھا لیکن غرور کا سر تو نیچا ہوتا ہے۔" انہوں نے چائے کی پیالی کے کناروں پر دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی پھیرتے ہوئے کہا تو وہ ٹھٹکا اور سمجھ گیا کہ یقیناً اس سے وابستہ کوئی بات ہے۔

"کیا ہوا؟"

"باپ کبھی ماں نہیں بن سکتا، محبت، لاڈ، روپیہ پیسہ اور عیش آرام دے کر صرف اپنے آپ کو تسکین دیتا ہے۔ ماں کی محبت بھری تنقید ممتا بھری غصیلی نگاہیں اور طمانچہ نہیں دے سکتا۔"

"بابا، بات کیا ہے؟"

"کچھ نہیں، کف افسوس مل رہا ہوں۔"

"سمجھائیں تو۔"

"میں رات کی فلائٹ سے نیویارک جارہا ہوں۔" انہوں نے غیر متوقع بم دھماکہ کیا تو وہ سمجھ گیا کہ یقیناً سنجنا کے حوالے سے کچھ ہوا ہے۔

"بابا کیا بات ہے۔"

"وہی بات ہے جس کا ڈر تھا۔" وہ غصے سے کہہ کر اٹھے اور وہاں سے چلے گئے اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ جلدی سے موبائل فون قمیص کی جیب سے نکالا اور معید صاحب کا نمبر ملایا مگر فون پر معذرتی ٹیپ چل رہا تھا کہ عارضی طور پر بند ہے۔ وہ پریشان سا بنا ناشتہ کیے اٹھا اور اپنے کمرے میں آ گیا ذہن الجھ گیا۔ اصل مسئلہ کیا تھا، یہ جاننا ضروری تھا آغا جی تو سخت برہم تھے ان سے اس وقت بات کرنا فضول تھا ویسے بھی وہ فیکٹری جا چکے تھے پھر معید صاحب کا فون ملانے کی کوشش کی مگر بے سود، پھر ذہن میں آیا کہ بابا سے ہی پوچھا جائے فون پر بات نہیں ہو سکتی تھی اس لیے جلدی سے تیار ہونے کے لیے واش روم میں گھس گیا۔ باہر آیا تو صفدر کمرے میں موجود تھا۔

"او تھینک گاڈ، اس وقت مجھے تمہاری بہت ضرورت تھی۔" عارض اسے دیکھ کر خوش ہو گیا۔

"خیریت۔"

"میں بہت پریشان ہوں۔" وہ تولیے سے بال خشک کرتے ہوئے اس کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔

"میں بھی بہت پریشان اور فکرمند ہوں۔" صفدر نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں؟"

"کچھ کھونے کے ڈر سے۔" صفدر نے کہا۔

"ایسا ہی ڈر مجھے لگ رہا ہے بابا بہت خفا ہیں مجھ سے۔" عارض نے کہا تو وہ جلدی سے بولا۔

"خیریت۔"

"بتاتا ہوں بس میری بے وقوفی کی وجہ سے۔"

"تمہاری بے وقوفی کی وجہ سے بہت سے لوگ پریشان ہیں۔" صفدر نے سنجیدگی سے کہا تو عارض نے بھولپن سے اثبات میں گردن ہلا کر تائید کی۔

"خیر کیا مسئلہ ہے؟" صفدر نے پہلے اس سے پوچھا۔

"وہ بس میرا اندازہ ہے کہ سنجنا نے کچھ گڑبڑ کی ہے بابا نیویارک جارہے ہیں اتنا اچانک کہ......!" وہ بتا رہا مگر اسی وقت اس کا سیل فون بج اٹھا۔

"جی بولیں سہیل صاحب۔" اس نے کال ریسیو کرتے ہوئے کہا۔

"کیسے اب بتا رہے ہیں، کہاں ہیں، میں اسپتال آرہا ہوں۔" اس نے ٹکڑوں کی صورت ایک جملہ مکمل کیا اور سخت پریشانی میں بولا۔

"صفدر بابا کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے انہیں اسپتال لے گئے ہیں۔"

"اوہ، چلو آؤ۔" صفدر ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔

"یار، یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے، بابا میری وجہ سے ٹینس تھے۔" اس کا گلا رندھ گیا۔

"اوہ، ایسا نہیں ہوگا اللہ خیر کرے گا، چلو ہمت کرو۔" صفدر نے اسے گلے لگا کر تھپکی دی۔

دونوں تیزی سے باہر نکلے چوکیدار نے گیٹ کھولا اور صفدر نے تیزی سے گاڑی نکالی۔ عارض کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے وہ بہت پریشان لگ رہا تھا صفدر نے اس کو دیکھا اور پھر اسے تسلی دی۔

"اللہ خیر رکھے گا ان شاءاللہ۔"

"میں نے، میں نے بابا کو صدمہ پہنچایا ہے۔" وہ روتے ہوئے بولا۔

"چلو بابا ہیں تمہارے، معافی مانگ لینا۔"

"گاڑی تیز چلاؤ یار۔" اس نے بے چینی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔ تو صفدر نے اسپیڈ میں کچھ اضافہ کردیا وہ آغا جی کے لیے دل ہی دل میں دعا کررہا تھا جانتا تھا کہ عارض کی کل کائنات وہی ہیں اور ان کی زندگی صرف اس میں ہے۔ وہ چاہنے والے شفیق باپ ہیں عارض کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ سوچتے ہوئے اسپتال کی پارکنگ میں گاڑی پارک کی تھی۔

❀......❀❀......❀

آغا جی کو شدید ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ انہیں سی سی یو میں رکھا گیا تھا کسی کو ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ اڑتالیس گھنٹے انتہائی اہم تھے ان کی صحت یابی کے لیے عارض تو جیسے پتھر کی مورت بن گیا تھا۔ صفدر نے اسے سنبھال رکھا تھا۔ بار بار وہ سسک اٹھتا، اپنے آپ کو کوسنے لگتا۔

"سب میری وجہ سے ہوا ہے۔" وہ رو دیا تو صفدر نے اسے بہت نرمی سے کہا۔

"خود کو الزام نہ دو دکھ بیماری اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔"

"نہیں بابا بہت خاموش اور غصے میں تھے وہ اچانک سے نیویارک کیوں جارہے تھے یہ میری وجہ سے ہی ہوا ہے۔"

"وجہ کیا ہوگی تم کیا سمجھتے ہو؟" اسپتال کے کیفے میں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ اس لیے بڑی مدہم آواز میں صفدر نے پوچھا۔

"نہیں معلوم، بٹ سمتھنگ رانگ۔"

"اس لڑکی کا مسئلہ۔"

"شاید کیونکہ باقی تو سب وائنڈ اپ ہی ہوگیا ہے۔"

"پھر اسے کیوں لٹکا رکھا ہے۔"

"وہ خود لٹکی ہوئی ہے میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔"

"یار پھر کیا ہے؟"

"لیکن بابا کا غصہ بے وجہ نہیں ہے، میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔"

"منیجر صاحب کو فون کرو۔"

"فون بند ہے۔"

"اس لڑکی کو فون کرو۔"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"پھر انکل کے ٹھیک ہونے کا انتظار کرو، مگر کچھ نہ کچھ ہے ضرور۔"

"صفدر میں سچ میں بہت برا ہوں، سب ہی ناخوش ہیں۔" وہ رنجیدہ سا بولا۔

"کچھ برائیاں انسان عادتاً کرتے ہیں، تم برے نہیں ہو، مگر انجانے میں شاید کچھ برا کر بیٹھتے ہو۔"

"میں بابا کی تکلیف کا باعث بنا۔"

"باپ بیٹے میں یہ سب چلتا ہے لیکن تم نے اور کسی کو تکلیف دی ہے تو وہ شیئر کرلو ذہن ہلکا ہوجائے گا۔" صفدر نے دانستہ ایسا موضوع چھیڑا۔

"ہاں شرمین، شرمین کو شاید میں نے رنج پہنچایا ہے۔"

"شاید۔" صفدر نے حیرت سے دیکھا۔

"ہاں کیونکہ میں نے اس کی خوشی کی خاطر ایسا کیا۔"
"تو ٹھیک ہے پھر کس بات کا غم ہے۔"
"بابا کی خواہش ہے۔"
"اور تمہاری۔"
"میں تو یہ حق کھو چکا ہوں۔"
"عارض کوئی اور بھی ایسی حسینہ تھی جو تم پر اپنا سب نچھاور کر گئی ہو۔" ایک دم ہی صفدر نے دل کی پھانس نکالی۔
"نہیں، میں نے بے شمار لڑکیوں سے فلرٹ کیا، مگر تکلیف صرف شرمین کو دی وہ بھی محبت میں۔"
"آپ کے پیشنٹس کو ذرا سا ہوش آیا ہے آنکھوں سے وہ اشارہ سا دے رہے ہیں۔" نرس نے آ کر انہیں اطلاع دی تو وہ لمحہ بھی ضائع کیے بغیر ہی بیوی کی طرف بھاگے۔ مگر دونوں میں سے صرف عارض کو اندر جانے کی اجازت ملی، صفدر نے اس کا کندھا تھپتھپایا اور تسلی دے کر بھیجا، خود باہر ہی رک کر اللہ سے دعا کرنے لگا۔
مگر چند منٹ بعد ہی عارض بھیگی پلکوں کے ساتھ باہر آ گیا کہ انہوں نے دوبارہ آنکھیں نہیں کھولیں تاہم ڈاکٹرز نے دعا کرنے کو کہا ہے۔
"چلو کوئی بات نہیں ٹھیک ہو جائیں گے ان شاء اللہ۔" صفدر نے دلاسہ دیا اور دونوں بنچ پر ٹک گئے۔

❋ ❋ ❋

وہ عارض سے آدھے گھنٹے کی اجازت لے کر صرف چینج کرنے کے لیے گھر آیا پینٹ شرٹس میں مسلسل دو دن گزر گئے تھے بہت ان ایزی محسوس کر رہا تھا مناسب تھا کہ شلوار قمیص پہن آئے سو گھر پہنچا تو حسب معمول امی کو روتا دھوتا دیکھ کر سمجھ گیا کہ زیبا چلی گئی ہوگی مگر عبدالصمد کو بھی ساتھ لے گئی یہ بات اسے پسند نہ آئی دل شاید اب عبدالصمد کی طرف کھنچا تھا غصہ آ گیا۔
"اس کی جرأت کیسے ہوئی کہ وہ عبدالصمد کو لے گئی۔"
"عبدالصمد صرف اس کا بیٹا ہے تمہارا نہیں۔" جہاں آرا نے طنزیہ کہا تو وہ کچھ جز بز سا ہوا۔
"یہ کس نے کہا؟" اس نے ہکلا کر پوچھا۔
"مجھے کیا معلوم تھا کہ زندگی کی شام اسی الجھن میں گزرے گی بیٹا یہ سکھ دے گا۔" وہ تاسف سے بولیں۔
"میں نے کیا کیا ہے؟"
"ارے اور کیا کرو گے، ایک بیوی کو ٹھیک سے نہ رکھ سکے۔"
"امی میں تھک گیا ہوں، روز کی بک بک سے لے گئی ہے تو لے جائے۔" وہ سخت جھنجلا کر بولا۔
"مجھے عبدالصمد یہاں چاہیے وہ جو چاہتی ہے ویسا کرو، مگر میرا پوتا مجھے لا کر دو۔" انہوں نے حتمی فیصلہ سنا دیا۔
"امی، فی الحال میں سخت پریشان ہوں آپ کو پتا ہے نا کہ دو دن کے بعد اسپتال سے گھر آیا ہوں صرف کپڑے تبدیل کرنے۔" اس نے تفصیل سے کہا۔
"اب کیسے ہیں عارض کے والد صاحب۔"
"ابھی خطرے میں ہیں دعا کریں۔"
"تم نہا دھو کر تازہ دم ہو جاؤ میں چائے بناتی ہوں۔"
"جی بنا دیں اور ہاں اب آپ زیبا اور عبدالصمد کو بھول جائیں۔" اس نے رک کر کہا۔ تو وہ صدمے سے بولیں۔
"ارے نوج، اللہ نہ کرے۔"
"امی، میں پہلی فرصت میں زیبا کو اس کی مرضی کے مطابق چھوڑ دوں گا۔" اس نے انتہائی سنجیدگی اختیار کی۔
"ہوش میں تو ہو۔"
"اس کی یہی مرضی ہے۔"

''خبردار جو جلد بازی کی۔'' وہ دھاڑیں۔

''بس ذرا اسپتال سے آغا جی گھر چلے جائیں تو اسے آزادی کا پروانہ بھیج دوں گا۔''

''مجھے عبدالصمد چاہیے۔'' وہ رونے لگیں۔

''وہ چھوٹا ہے ماں سے نہیں لے سکتے۔'' وہ یہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ تو جہاں آرا بیگم زاروقطار رونے لگیں روتے ہوئے اس کے پیچھے آئیں۔

''تم اس سے بات کرو، جاؤ۔''

''نہیں اب زیبا خود بھی بلائے گی تو بھی نہیں جاؤں گا، ختم سب رابطے رشتے ختم۔'' اس نے جوتوں کے تسمے کھولتے ہوئے کہا۔

''ارے کیسے ختم؟''

''امی پلیز آپ کی وجہ سے میں نے اسے کئی دن برداشت کرلیا اب تو بس ایک آخری سوئی رہ گئی ہے اس کے بعد دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوجائے گا۔'' وہ یہ کہہ کر واش روم میں گھس گیا اور جہاں آرا بے بسی سے آنسو بہاتی ہوئی باہر آگئیں انہیں اندازہ ہوگیا تھا کہ صفدر کو سمجھانا اب فضول ہوگا۔

❁......۞۞......❁

اسے زینت آپا نے فون پر بتایا کہ بوبی کینیڈا چلا گیا ہے۔ اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی کیونکہ اتنے عرصے میں وہ بوبی کے مزاج اور طور اطوار سے واقف ہوگئی تھی۔ اسے نہ صدمہ ہوا اور نہ خوشی البتہ زینت آپا کی افسردگی کی خاطر اسے تسلی آمیز کلمات کہنے پڑے۔

''آپا وہ لاابالی ہے آپ پریشان نہ ہوں، جلدآ جائے گا۔''

''نہیں پہلے تو وہ تمہاری وجہ سے آیا تھا اب تو تم بھی......'' انہوں نے تاسف سے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''چھوڑیں آپا میں کہیں بھی نہیں تھی، سب جذباتیت تھی آپ ہمت سے کام لیں۔''

''شرمین اذان کو لے کر میرے پاس آجاؤ۔''

''نہیں آپا آپ میرے پاس آنا چاہیں سو بسم اللہ مگر اب میں اپنی جگہ پر خوش ہوں۔''

''آفس تو دیکھ لو......یا پھر......!''

''پھر''

''اسے نیلام کردو، میں بیماری کے ساتھ نہیں سنبھال سکتی۔''

''اوہو، آپا ٹینشن نہ لیں میں صفدر بھائی سے بات کرتی ہوں شاید کوئی بھروسے کا آدمی مل جائے یا صفدر بھائی آفس سنبھال لیں۔''

''تو......تم......!''

''آپا میں اس بار یہ حوصلہ نہیں کرسکتی۔'' اس نے صاف انکار کردیا تو زینت آپا نے رقت آمیز لہجے میں اچھا کہہ کر فون بند کردیا۔ اس نے چند منٹ سوچا اور پھر صفدر کا نمبر ملالیا۔ وہ اسپتال میں ہی تھا۔ اس نے کوئی دوسری بات نہیں کی آغا جی کی سیریس کنڈیشن کا تذکرہ کرکے بات کو اگلی فرصت کی گھڑی پر ٹال دیا۔ وہ بھی پریشان ہوگئی۔ مزید آغا جی کے حوالے سے بات کی تو اس نے آنے کا کہہ دیا۔ غلط تھا یا درست مگر وہ کہہ بیٹھا وہ سن کر چپ ہوگئی نہ انکار کیا اور نہ اقرار......فون بند ہوگیا تو وہ فکرمندی سی باہر برآمدے میں کھڑی ہوگئی۔ آغا جی اس کے لیے ہمیشہ شفیق اور مہربان رہے محبت سے ملنا، ماتھا چومنا اور دعائیں دینا وہ ضروری سمجھتے تھے۔ عارض سے نفرت اور ان سے محبت دونوں ساتھ ساتھ چل رہی تھیں عارض کی وجہ سے بھی ان سے اسے نفرت نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ عارض کی بے وفائی کا ذمہ دار اسی کو سمجھتی تھی، اس میں کوئی اور قصوروار نہیں تھا یہی وجہ تھی کہ دل کھنچا جارہا تھا آغا جی کی تیمارداری کرنے یا نہ کرنے کی کشمکش و پیچ میں وہ ٹہلنے لگی تبھی اذان وہیں آ گیا۔

''ماما مجھے میتھس کا ہوم ورک کرادیں۔''

"ہمم ہ...... ہاں۔" وہ چونکی۔
"ماما، بابا یاد آ رہے ہیں۔" اذان نے بے ساختہ سی معصومیت سے پوچھا تو وہ ہکا بکا رہ گئی۔
"بولیں نا ماما۔"
"یہ کیا سوال ہوا۔" اس نے ہنس کر ٹالا۔
"مجھے بابا بہت یاد آ رہے ہیں، فون پر بھی بات نہیں کرتے۔" وہ بہت افسردگی سے بولا تو اسے بہت پیار آیا اسے بانہوں میں بھر لیا۔
"وہ مصروف ہوں گے بیٹا۔"
"نہیں ماما آپ ناراض ہیں اس وجہ سے۔"
"میں، میں تو ناراض نہیں ہوں وہی ناراض ہو گئے ہیں۔" کہتے کہتے اس کا حلق تر ہو گیا۔
"بابا...... بابا کو میں ایک منٹ میں منا سکتا ہوں۔" وہ خوش ہو کر بولا۔
"چلو اندر چلیں ہوم ورک بھی کرانا ہے اور پھر......!" وہ بولتے بولتے چپ ہو گئی۔
"اور پھر مجھے کسی کی تیمارداری کے لیے جانا ہے۔"
"کس کی؟"
"بس ماما آپ نہیں جانتیں۔"
"اور میں......"
"آپ...... آپ شبانہ آنٹی کے پاس رہنا میں جلد آ جاؤں گی۔"
"مجھے بھی لے چلیں۔"
"بیٹا بچے اسپتال نہیں جاتے۔"
"ٹھیک ہے۔"
"چلو اب ہوم ورک ختم کرو شاباش۔" اس نے کہا تو وہ کاپی پر جھک گیا۔

❋......❋❋......❋

جس وقت وہ اسپتال پہنچی صفدر لیبارٹری سے آغا جی کی رپورٹس لینے گیا ہوا تھا۔ عارض سی سی یو کے باہر دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ ملگجے سے شلوار سوٹ میں، بہت کمزور اور پریشان سا اسے دیکھ کر حیران ہوا اور پھر ہولے سے اپنائیت کا احساس دینے کے لیے مسکرا کر بولا۔
"تم......!"
"اب کیسی طبیعت ہے؟" اس نے سیدھا سا سوال کیا۔
"بس ابھی کچھ خاص فرق نہیں۔"
"اللہ رحم کرے گا ان شاء اللہ۔"
"شکریہ۔"
"کس بات کا؟"
"آنے کا۔"
"بیمار کی تیمارداری کا ثواب ہے۔"
"یونہی سہی...... لیکن۔"
"لیکن، کچھ نہیں آپ کے والد جان کر نہیں بلکہ بیمار جان کر آئی ہوں۔"
"شرمین مجھے تھوڑا سا وقت چاہیے پلیز۔"

"کس لیے۔" اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔
"تاکہ کچھ واضح ہوسکے۔"
"کچھ بھی ابہام نہیں ہے۔"
"ہے، میں نے کچھ جانے انجانے میں ایسا کیا ہے۔" وہ نادم تھا۔
"کیا ہوگا مگر مجھے فرق نہیں پڑتا۔"
"میں ایسی آگ میں جل رہا ہوں جو شاید میں نے خود جلائی ہے۔" وہ جذباتی ہوا تو اسے کہنا پڑا۔
"یہ موقع ایسی باتوں کا نہیں۔"
"جانتا ہوں مگر تم پھر ملو یا نہ ملو۔"
"کیوں آپ نے کوئی نیا کام تو نہیں کیا۔"
"مجھے صفائی کا موقع دو پلیز۔"
"میں پھر آجاؤں گی ابھی چلتی ہوں۔" وہ آگے بڑھی۔
"شرمین پلیز۔"
"جی۔"
"کچھ دیر رک جاؤ۔"
"میں آغا جی کے لیے آئی تھی وہ بہتر ہو کر روم میں آجائیں پھر آجاؤں گی۔" وہ صاف کہہ کر پلٹی تو سامنے سے صفدر بھائی آ گئے۔
"شرمین، بہن کیسی ہو؟"
"میں ٹھیک ہوں، پھر آجاؤں گی۔"
"رکو، میری بات سنو۔" وہ کچھ فاصلے پر ہو کر اسے قریب بلا کر کچھ کہنا چاہتا تھا۔
"جی۔"
"میری منت ہے اس کو ایک بار کچھ کہنے کا موقع دو۔" صفدر بھائی نے کہا۔
"اس کی ضرورت اب نہیں رہی۔"
"پلیز، میرے کہنے پر۔"
"صفدر بھائی۔"
"پلیز۔"
"آج تو یہ مناسب نہیں۔"
"باہر جا کر سن لو۔"
"نہیں، میں کچھ سننا ہی نہیں چاہتی۔"
"پلیز، ناراضی چھوڑو۔" صفدر نے منت کی۔
"میں ناراض نہیں ہوں، بات کر رہی ہوں، صورت دیکھ رہی ہوں اور کیا کروں؟"
"میرا دوست ٹوٹ رہا ہے۔"
"آپ کو دوست پر اعتبار بہت ہے۔"
"ہنہہ اس لیے میں خود کسی مشکل میں ہوں۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔
"عارض کی وجہ سے؟"
"ہاں لیکن اس پر اعتبار بہت ہے۔" صفدر نے کہا تو وہ طنزیہ ہنس کر بولی۔

"آپ سادہ دل ہیں آپ کو عارض پر اعتبار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ رشتے نبھانا نہیں جانتا، یہ رشتوں سے کھیلتا ہے۔" شرمین عارض کو گھورتی ہوئی چلی گئی صفدر اور دور کھڑے عارض نے اسے جاتا دیکھا پر آواز نہ دے سکے۔

❁......❁❁......❁

واپس آ کر بھی وہ مضطرب تھی۔

اذان کو کھانا دے کر ٹی وی پر کارٹون چینل لگا کر چائے کا کپ لیے باہر لان میں آ گئی۔ چھوٹے سے باغیچے میں اس وقت سناٹا تھا پھولوں کی مہک تھی اداس سی رات آگے کو بڑھ رہی تھی۔ اسے عارض کی صورت یاد آ گئی تو پرانا قصہ جاگ اٹھا جنوری کی شدید سردی میں وہ اسے ملنے گئی تھی تو وہ اسی طرح بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ بیمار بیمار سا کمرے میں بند تھا اس نے اسے دیکھتے ہی جملہ کسا تھا۔

"یہ کس کے عشق میں مجنوں بنے ہو؟" تو اس نے اس کی کلائی تھام کر اپنی طرف کھینچ کر سینے سے لگاتے ہوئے سرگوشی کی تھی۔

"اس جانِ آرزو کی چاہ میں دیوانے ہو گئے ہیں۔" وہ گلابی پڑ گئی تھی۔

"میں کہاں چلی گئی تھی کہ آپ نے جوگ لے لیا۔"

"یار پورے ہفتے ترسایا تڑپایا ہے تم نے۔"

"اوہ ہنہہ چھوڑو دم نکل جائے گا۔" وہ کسمسا رہی تھی۔

"ہفتے کی کمی تو پوری کرلوں۔"

"عارض پلیز کوئی آ جائے گا۔" وہ زور آزمائی کر رہی تھی۔

"میں تم سے ہفتہ تو دور کی بات ایک پل نہیں رہ سکتا۔"

"سوری، زینت آپا کی طبیعت خراب تھی نا۔"

"شرمین آئی لو یو سو مچ تم میری جان ہے۔"

"اتنا پیار۔" اس نے جھوم کر پوچھا اور اس نے لہرا کر گردن ہلائی تھی۔

"ہنہہ عارض صاحب آپ کا وہ انداز اب بھی میری نگاہوں میں ہے کتنا بڑا جھوٹ بولا تھا کتنی سچائی کے ساتھ اور اب پھر رسم پارسائی دکھانا چاہتے ہو، کیا واضح کرنا چاہو گے محبت، محبت کہنے والے نے لمحوں میں چند جملے لکھ کر محبت کی تذلیل کر دی، کاش تم نے محبت کی ہی نہ ہوتی، مجھے یہ حوصلہ تو رہتا کہ میں ہی لائق محبت نہیں، اب کیا صفائی دو گے، کیا ہے تمہارے پاس اور اب میں کیونکر صفائی چاہوں گی، کیسے سوچ لیا کہ اب تک کوئی گنجائش باقی ہے کوئی نہیں ہے عارض، اب کچھ بھی کہنا اور بتانا بے کار ہے تم نے خود ہی تو مجھے اپنا فیصلہ سنایا تھا تمہاری شدید محبت کو یاد کروں یا تمہارے نوکیلے لفظوں کو سوچوں۔

"تم نے وہاں جا کر اچھا نہیں کیا، کیا ضرورت تھی؟ آغا جی سے تمہارا کیا رشتہ وہ عارض کی وجہ سے ہی تھے اور وہ کون سا ہوش میں تھے اب ہرگز نہیں جاؤں گی نہ جاؤں گی اور نہ عارض سے سامنا ہوگا۔" اس نے خود کو مطمئن کیا مگر ایک عجیب سا اضطراب بدن اور روح میں ہلچل مچا رہا تھا۔ تجھ سے ملنا خوشی کی بات سہی تجھ سے مل کر اداس ہونا عجیب سی بات ہے۔

ٹھنڈی چائے کا کپ وہیں پڑا رہ گیا۔ وہ بھٹکی ہوئی ذہن کے گوشوں میں سر ٹکراتی یادوں سے نجات نہ پا سکی تو اندر آ گئی۔ اذان ٹی وی دیکھتے دیکھتے سو گیا تھا اس کے سر کے نیچے تکیہ سیدھا کر کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ سب کچھ بھول گئی۔ اس کی معصوم سی صورت میں اس کی باقی زندگی کا مقصد عیاں تھا۔ اس نے سب کی جگہ چھین کر اپنے معصوم سے وجود کی محبت اس کے چاروں اطراف پھیلا دی تھی۔ اس کے سوا اب کچھ باقی نہیں تھا اس کے برابر لیٹ کر وہ پرسکون سی ہو کر سو گئی۔

❁......❁❁......❁

وہ آنکھیں موندے جانے کیا کیا سوچ رہا تھا۔

اسپتال کی کینٹین میں معمول کے مطابق چہل پہل تھی۔ صرف وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے خاموش بیٹھے تھے۔ گھر سے ملازم ہاٹ کیس میں کھانا لایا تھا مگر اسے احساس تک نہیں ہو رہا تھا کہ بھوک کس چیز کا نام ہے، خالی پلیٹس رکھے دونوں چپ تھے۔

مگر آغا جی کا موبائل فون بجنے لگا تو اس نے آنکھیں کھولیں دل نہ چاہا فون کاٹ دیا، مگر وہ پھر بجنے لگا تو اس کے ہاتھ سے صفدر نے فون لے لیا اور اٹینڈ کرلیا۔

"جی کون؟"

"سوری آغا صاحب بیمار ہیں۔"

"آپ مسز معید ہیں۔" صفدر نے تیسرا جملہ منہ سے نکالا تو عارض ٹھٹکا۔

"اوہ سیڈ، میں ان کے بیٹے سے بات کرتا ہوں۔"

"جی.....جی...... کچھ کرتے ہیں۔"

"جی میں آغا صاحب کو بتاؤں گا۔"

"او کے......!" صفدر نے فون بند کرکے خاصی فکرمندی اور تشویشناک تاثرات کا اظہار کیا۔

"کون تھا؟" عارض نے پوچھا۔

"مسز معید تھیں رو رہی تھیں معید صاحب لاک اپ میں ہیں، کوئی ان کا اتا پتا نہیں چل رہا انہیں آغا جی سے بات کرنی ضروری ہے۔" صفدر نے بتایا تو وہ حیران رہ گیا۔

"وہاٹ معید صاحب لاک اپ میں، پر کیوں؟"

"کوئی وجہ ہوگی آغا جی شاید جانتے ہوں۔"

"شاید نہیں یقیناً وہ جانتے ہیں تبھی تو جارہے تھے۔"

"مگر کیوں؟"

"صفدر مجھے لگتا ہے کہ سنجنا کے چکر میں ایسا ہوا ہے۔"

"کیسا چکر؟"

"فون ملا کر پوچھتا ہوں۔" عارض نے آغا جی کے فون پر وہی نمبر ڈائل کیا جس سے کال آئی تھی۔ مگر فون آف تھا کئی بار ملانے کے بعد وہ پریشان ہوکر چلایا۔

"اوشٹ۔"

"وہ خاتون چاہتی ہیں کہ آغا جی فوری طور پر کوئی قانونی مدد کا بندوبست کریں۔"

"اب کیا کیا جائے۔"

"اگر مسئلہ سنجنا کا لگتا ہے تو فون کرتے رہو مسز معید سے تفصیل معلوم کرو۔"

"یا اللہ، یہ کس جرم کی سزا ہے۔" وہ سر تھام کر رہ گیا۔

"ہاں سزا تو ہے جرم یاد کرنے کی ضرورت ہے۔" صفدر نے دھیمے سے کہا تو وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر یاد کرنے لگا۔ اس کی حالت قابل رحم تھی صفدر کو دوست سے بے پناہ محبت تھی اس لیے اس وقت وہ اس کے لیے بے چین تھا افسردہ تھا اور دکھ بانٹنے کے لیے موجود تھا۔

اپنی گھریلو الجھن بھول کر صرف اس کے پاس موجود تھا۔ حالانکہ سچ تو یہ تھا کہ وہ اس سے زیبا کے متعلق پوچھتا، مگر جانے کیوں، کس وجہ سے وہ اب تک اس سے نہ پوچھ سکا تھا، شاید اس لیے کہ اس کی نظر میں زیبا جھوٹی تھی، فریبی تھی، اس کے دوست پر الزام تراشی کررہی تھی۔ یہی بات سچ تھی کہ اسے زیبا سے زیادہ دوست پر اعتبار تھا اپنا ہر دکھ بھول کر اس کے ساتھ تھا حق دوستی کا تقاضا یہی تھا جو وہ نبھا رہا تھا۔ اس کی خاطر تو وہ دل ہی دل میں شرمین کو راضی کرنے کی منصوبہ بندی بھی کررہا تھا جانتا تھا کہ عارض نے اچھا نہیں کیا لیکن وہ اسے شرمین سے محروم ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

❀......❀❀......❀

وہ اذان کو ناشتہ کرا رہی تھی۔ چھٹی کا دن تھا اس لیے ذرا دیر سے ہی دونوں اٹھے تھے۔ فون کمرے میں بج رہا تھا وہ اذان کو کچن

میں ہی چھوڑ کر اندر آ گئی، صبیح احمد کے وکیل کا فون تھا۔

"ہیلو۔"

"السلام علیکم میڈم۔" دوسری طرف سے وکیل صاحب نے کہا۔

"جی وعلیکم السلام۔"

"میڈم پلیز سینڈ می یور ایڈریس ناؤ۔"

"فاروٹ؟"

"آپ کو کچھ چیزیں پہنچانی ہیں۔"

"مطلب۔"

"دو بڑے ڈبے مجھ تک پہنچے ہیں وہ صبیح احمد کے بعد شاید وہاں کے کسی دوست نے بھیجے ہیں۔"

"اوہ اچھا اوکے میں ایڈریس سینڈ کرتی ہوں لیکن پلیز ایک بات کا خیال رہے آپ اذان کے ساتھ صبیح احمد کی وفات کا ذکر نہیں کریں گے اسے احساس تک نہ ہو۔"

"یعنی آپ نے اسے نہیں بتایا۔" دوسری طرف سے حیرت کا مظاہرہ ہوا۔

"یہی اذان کے لیے مناسب لگا۔"

"اوکے، پھر شام میں ملتے ہیں۔"

"جی، ان شاء اللہ۔" اس نے کہا فون آف ہوگیا تو اس نے ایڈریس ٹیکسٹ کردیا، میسج سینڈنگ رپورٹ بھی آ گئی لیکن وہ چند لمحے اپنے قدموں پر ہی جمی رہی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہوگا؟ کہیں کوئی ایسی چیز نہ نکل آئے جو اذان کے لیے دکھ کا باعث بنے یا جس کی وجہ سے وہ اسے جھوٹا سمجھ کر نفرت کرنے لگے۔

"یا خدا کہیں سب کچھ الٹ پلٹ نہ ہوجائے۔" وہ بڑبڑائی۔

"ماما، ماما جی۔" کچن سے اس کی آواز آئی جیسے نقرئی گھنٹیاں کانوں میں گونج اٹھیں اس کی محبت بھری پکار پر دوڑی بھاگی۔

"جی......جی......میرے بچے۔" شدت جذبات سے اسے سینے سے لگا کر بے ساختہ چومنے لگی۔

"آپ نے ناشتہ ٹھنڈا کردیا۔"

"سوری۔"

"کس کا فون تھا۔"

"کسی آفس سے تھا۔" وہ ہکلا سی گئی۔

"آج تو چھٹی ہے ماما۔"

"ہاں، وہ میں نے جاب کے لیے اپلائی کیا ہے نا۔"

"ماما ہم آج کہیں باہر جائیں گے۔" اس نے فرنچ ٹوسٹ کھاتے ہوئے پوچھا۔

"ہمنہہ بالکل، لیکن پہلے سارے کام ضروری ہیں۔"

"اوکے۔"

"چلو دودھ کا گلاس ختم کرو۔"

"ٹھیک۔" اذان نے کہا اور دودھ پینے لگا جبکہ وہ اس کو پیار سے دیکھتی رہی اور سوچتی رہی کہ یہ اتنی پیاری محبت میرا سرمایہ حیات ہے یہ مجھ سے کبھی دور نہ ہو۔

اذان دودھ کا خالی گلاس رکھ کر کمرے میں چلا بھی گیا وہ اسی جگہ بیٹھی رہی تھی وکیل صاحب کہیں کوئی مشکل پیدا نہ کردیں۔ اذان بدگمان نہ ہوجائے، سب کچھ سوچ کر منہ سے فقط یہ نکلا پھر چائے ختم کرکے کچن کے جس جس سامان کی خریداری کرنی تھی اس کی فہرست بنانے لگی۔ ملازمہ آ گئی تو اسے کام سمجھا کر کمرے میں آ گئی۔

آغا جی پر اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی۔
وہ موت کو شکست دے کر زندگی کی طرف لوٹ آئے، انہیں روم میں شفٹ کردیا گیا۔ مگر سخت آرام کی تاکید بھی کی گئی۔ ہر قسم کی الجھن اور پریشانی سے محفوظ رکھنے کو کہا گیا ابھی وہ اس قابل نہیں تھے کہ بات چیت کر سکتے ہلکی سی آنکھیں کھول کر دیکھا اور پھر غنودگی طاری ہوگئی۔ عارض کی آنکھیں انہیں اس حال میں دیکھ کر بھیگی جارہی تھیں۔ صفدر کچھ دیر کے لیے گھر گیا تھا اب صرف وہ ان کے قریب بیٹھا تک رہا تھا فون سائلنٹ تھا۔ مسز معید بار بار فون ملا رہی تھیں۔ مگر اسے کافی دیر بعد احساس ہوا تو فون لے کر کمرے سے باہر آ گیا۔
"جی۔"
"مجھے آغا صاحب سے بات کرنی ہے خدارا کرادو۔" دوسری طرف سے بھاری سی آواز میں مسز معید نے کہا۔
"مسز معید آغا صاحب اسپتال میں ہیں وہ بات نہیں کر سکتے آپ مجھے بتائیں کیا مسئلہ ہے؟"
"آپ ہی تو فساد کی جڑ ہو آپ کو کیا بتاؤں، اور آغا صاحب رہیں اسپتال میں، میرے وفادار شوہر کو جیل میں سڑنے کے لیے چھوڑ کے وہ خوش تھوڑا رہیں گے۔" مسز معید بہت غصے میں بولتے چلی گئیں۔
"دیکھیے مجھے آرام سے بتائیں غصہ نہ کریں۔"
"آپ کی سمجھ میں کہاں آئے گا آپ تو اس منحوس سنجنا کے ساتھ رنگ رلیاں منا کر چلے گئے اور اسے فلیٹ بھی دے گئے تاکہ نشے کا کاروبار کرے اور آپ کو بھی حصہ پہنچائے مگر میرے شوہر اس میں آپ کے شریک نہیں تھے انہیں جیل سے نکلواؤ۔" وہ بولیں تو عارض کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ دماغ ماؤف ہوگیا، کوئی جواب بن نہ پڑا۔
"وہ...... وہ لڑکی تو بھاگ گئی کہیں، پولیس نے میرے شوہر کو دھرلیا۔" مسز معید نے کہا وہ تب بھی خاموش رہا دوسری طرف سے آواز آتی رہی پھر تھک کر خاموش ہوگئی، وہ بند فون سمیت باہر بینچ پر گر سا گیا۔
"اتنا بڑا فریب، سنجنا نے مجھے دھوکہ دیا، میری عقل نے دھوکہ کھایا میری وجہ سے معید صاحب جیل میں ہیں اور میرے بابا اس صدمے کو برداشت نہ کر سکے۔" وہ خود پر ملامت کرتا بڑی دیر وہیں بیٹھا رہا بالکل دیوانوں کی مانند، ہونقوں کی طرح ایک ہی سمت گھورتے ہوئے۔
بے بسی کے عالم میں وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ صفدر سے شیئر کر لے یا پھر بابا کے ٹھیک ہونے تک انتظار کرے مگر دوسری طرف معید صاحب اور ان کی فیملی کا مسئلہ تھا اور پھر پولیس اپارٹمنٹ گھیرے ہوگی، اسے مجرم سمجھا جارہا ہوگا پولیس چین سے نہیں بیٹھی ہوگی۔
"یا اللہ اخبارات میں کتنی بدنامی ہوئی ہوگی، محض میری نادانی کے سبب۔" اس نے غصے سے اپنے بال اپنی ہی مٹھیوں میں بھر کر نوچنے شروع کردیے۔

❁......❂❂......❁

صفدر ذرا دیر کو سویا تھا۔ اسپتال کی بے آرامی اور تھکن سے برا حال ہوگیا تھا۔ اس لیے امی کو کہہ کر سویا تھا کہ جگانا نہیں لیکن موبائل فون سائلنٹ کرنا بھول گیا تھا سو اس پر زیبا کے نمبر سے کال آرہی تھی۔ اس نے دوبار لائن ڈسکنکٹ مگر وہ شاید ٹھان چکی تھی کہ بات کر کے رہے گی سو ملاتی رہی چوتھی بار اسے جھنجلا کر فون ریسیو کرنا پڑا۔
"بولو کیا قیامت آ گئی ہے؟" وہ برس پڑا۔
"قیامت تو میری زندگی میں کب کی آچکی ہے۔" دوسری طرف سے زیبا نے اس سے بھی بڑھ کر حملہ کیا۔
"بے کار باتیں میں سننا نہیں چاہتا۔"
"کام کی بات میں کر کے آئی تھی، وہ بھی نہیں سنی۔" طنزیہ پوچھا گیا۔
"صبر کرو وہ تو سن لی گئی ہے۔"

"مجھے آپ کے دوست اور اپنے مجرم کا پتا چاہیے۔"

"کیوں پتا بھول گئیں اگر وہ تمہارا مجرم ہے تو تمہیں اس کا پتا معلوم کیوں نہیں؟" اس نے سخت کڑوے لہجے میں کہا۔

"آپ کو حقیقت جاننی ہے یا نہیں۔"

"اگر میرے لیے میرے دوست پر کیچڑ اچھال رہی ہو تو نہیں۔"

"مگر میں بے سکون نہیں رہنا چاہتی آپ کا انصاف دیکھنا ہے۔"

"شاید دونوں صورتوں میں تمہارا ہی نقصان ہو۔"

"مجھے تب بھی اس سے ملنا ہے۔" بہت مضبوط اور توانا لب ولہجہ تھا۔

"فی الحال ممکن نہیں۔"

"کیوں؟"

"اس کے والد صاحب اسپتال میں ہیں، یہ وقت مناسب نہیں۔" اس نے ڈپٹ کر کہا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"پڑتا ہے وہ پریشان ہے اسپتال میں ہے۔" اس نے دانت کچکچائے۔

"وہ اس سے بھی زیادہ پریشان ہوگا۔ میں اس کی زندگی اجیرن بنادوں گی۔" زیبا انتقام کی آگ میں جلنے والی بھری ہوئی شیرنی لگ رہی تھی۔

"ارے جاؤ، اگر اپنی جوانی سنبھال کر رکھتیں تو یہ مسئلہ ہی نہ ہوتا۔" اس نے تذلیل کی انتہا کردی۔

"بس بہت کہہ دیا آپ نے آپ میرا فیصلہ کردیں اور اپنے دوست کا پتا بتادیں۔" وہ رقت آمیز آواز میں چلائی۔

"بتادوں گا اور تمہارا قصہ بھی ختم ہوجائے گا تھوڑا صبر کرو۔" اس نے بھی ضد میں دہرایا، مگر فون بند ہوجانے کے بعد جیسے وہ بیکل ہوگیا۔ زیبا کی مہک چاروں طرف سے آنے لگی۔

"یہ بار بار تمہارا جدا ہونے کا فیصلہ تکرار مجھے مضطرب کیوں کرنے لگی ہے۔" اس نے فون گھورتے ہوئے اس کو مقابل سمجھ کر پوچھا نیند غائب ہوگئی سگریٹ سلگائی اور بیڈ کی پشت سے ٹیک لگالی۔

"صفدر زیبا اتنی مصر ہے تو کہیں سچ مچ عارض ہی اس کا گناہ گار تو نہیں وہ سچی نہ ہوتی تو کیوں ملنا چاہتی اگر وہ سچی ثابت ہوگئی تو عارض کا مقام کیا ہوگا؟ کیا دوست جدا ہوجائے گا؟ اور پھر زیبا، زیبا بھی تو چلی جائے گی۔ صفدر تمہارے پاس کیا بچے گا؟ اس کی زندگی بے بسی کے مقام پر آ گئی تھی۔ زیبا بھاگتی ہے اب مگر شاید وہ اس کے قدموں سے اس گھر کو آباد رکھنا چاہتا ہے اگر ایسا ہے تو پھر اسے بڑھ کر تھام کیوں نہیں لیتا، اسے کس نے روک رکھا ہے، صرف روایتی جذباتی مرد کی انا، ضد، غیرت نے...... چاہ کر بھی اسے معاف نہیں کر پا رہا تھا۔ اب تو اور بھی مشکل بڑھا دی گئی تھی عارض کی شکل میں اس کے عزیز از جان دوست کی شکل میں اس کے لیے بھی معاملہ وہی تھا کہ چاہ کر بھی اس سے پوچھ نہیں سکتا تھا اسے کھو نہیں سکتا تھا، حالات ہی کچھ سے کچھ ہوگئے تھے۔

"تو پھر زیبا کو آزاد کردو۔" ذہن نے کہا تو وہ طویل سرد آہ بھر کے رہ گیا۔

❁......❁❁......❁

"جو باتیں سننے والوں کو ایک عرصہ اذیت میں مبتلا رکھتی ہیں ان کے کہنے والے بڑے مزے سے اپنی زندگیوں میں مگن رہتے ہیں۔" زیبا نے منھی کی بات کا جواب بڑے تحمل سے دیا جب سے فون پر صفدر سے بات کی تھی وہ بات بات پر رو رہی تھی منھی نے کمرہ بند کرکے اسے گھیر لیا تو وہ اتنا ہی کہہ سکی۔

"زیبا، خوش تو صفدر بھائی بھی نہیں ہیں اور کسی فیصلے پر پہنچنے کی ہمت بھی شاید نہیں ہے ان میں۔" منھی نے اپنی دانست میں صفدر کے لیے کہا۔

"ہنہہ، بہت باہمت ہیں وہ اپنے دوست کا معاملہ نہ ہوتا تو کب کا فیصلہ کرچکے ہوتے۔"

"خیر یہ تو اب کی بات ہے۔"

''نہیں، انہیں مجھ سے ہی دشمنی اور نفرت ہے، اپنے دوست پر اعتبار، اسی لیے اس کے گریبان پر ہاتھ نہیں ڈالتے۔'' وہ افسردگی سے کہہ کر عبدالصمد کے کپڑے تہہ کر کے رکھنے لگی۔

''سوچ لو کیا واقعی تم کو فیصلہ چاہیے۔''

''نہیں اور کوئی حل۔''

''ان بزرگوں کو خود فیصلہ کرنے دو۔'' نتھی نے مشورہ دیا۔

''آج نہیں تو کل فیصلہ یہی کریں گے پھر جلدی کیوں نہیں اور میں کم از کم اس درندے کو بے نقاب کر کے سکون حاصل کرنا چاہتی ہوں مجھے معلوم ہے وہ نہیں پوچھیں گے میں خود ملوں گی۔''

''کس سے؟'' نتھی نے تعجب سے کہا۔

''اس وحشی سے جو صفدر کا دوست بھی ہے۔''

''کیسے؟''

''ابھی تو مجھے پتا نہیں معلوم لیکن معلوم ہو جائے گا۔''

''میرا خیال ہے صفدر بھائی کے ساتھ جا کر ہی ملنا بہتر ہوگا۔''

''اگر وہ چاہیں گے تو فی الحال وقت مناسب نہیں۔''

''ٹھیک ہے صبر سے کام لو ابھی تو خالہ بہت ناراض ہیں کھانا بھی نہیں کھا رہیں۔ انہیں سمجھانا مشکل ہے اور عبدالصمد کو دیکھا تم نے وہ اپنی دادی کو مس کر رہا ہے۔''

''سب کچھ بجا لیکن رشتے ختم ہونے کے قریب ہوں تو بھلانے بہتر۔'' زیبا نے بہت آہستگی سے کہا۔

''ویسے ایک بات ہے صفدر بھائی نے کیا کبھی تمہیں پیار سے نہیں دیکھا۔'' نتھی نے پوچھا۔

''نہیں معلوم، اب ان سے کنارا کرنا ہے تو کیا ذکر کرنا۔''

''تو تم ان سے محبت کرتی ہونا۔'' نتھی نے دل کے تار چھیڑ دیے۔

''مگر میری محبت پہلی رات سے اب تک مردہ ہے سانس نہیں لے سکی۔ اعتبار کھو بیٹھی اور نفرت بن گئی بس۔'' اس نے کہا اور عبدالصمد کے رونے کی آواز سن کر باہر نکل گئی۔

نتھی اپنی پیاری سہیلی کی اس المیہ اسٹوری پر دکھی سی ہو کر خود بھی باہر آ گئی اور کچن کا رخ کر لیا۔ خالہ حاجرہ کے لیے دودھ گرم کیا اور نمکین بسکٹ اور دودھ لے کر ان کے پاس چلی گئی، وہ زیبا سے ناراض تھیں اپنے کمرے میں بند بستر پر پڑی تھیں۔

❁.....❂❂.....❁

''اوہ..... تبھی مسز معید اس قدر پریشان تھیں اور آغا جی اسی لیے فوری طور پر جانا چاہتے تھے۔'' صفدر نے اس کی بات سن کر کہا۔

''میں نے ہی یہ سب کیا ہے مجھے یقین نہیں آ رہا وہ میرے ساتھ دھوکہ کر سکتی ہے یار، وہ میری اپارٹمنٹ میں نشے کا کاروبار کرنے لگی وہ تو بے سروسامان تھی پھر سب کیسے؟''

''یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ بقول آغا جی کے تمہیں نقصان پہنچانا چاہتی ہو، کسی کے کہنے پر خاص مقصد کے تحت تمہارے قریب آئی ہو۔'' صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''اب تو مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے لیکن قریب میں نے اسے آنے نہیں دیا اس نے اپنے حوالے سے من گھڑت کہانیاں سنائی تھیں قریب آنے کی بہت کوشش بھی کی۔ لیکن مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔''

''لیکن اس پر یقین کرے گا کون، یہ یقین دلانے میں بہت سا وقت اور بہت سا پیسہ لگے گا اور بدنامی الگ۔''

''مجھے بدنامی سے زیادہ معید صاحب کی فکر ہے وہ ہمارے وفادار ملازم ہیں، وہاں ان کا کوئی نہیں، پولیس ان پر تشدد کر رہی ہوگی۔''

''وہاں ایسا نہیں ہوتا اصل پوچھ گچھ ہی ہوتی ہے مگر جیل تو جیل ہوتی ہے ویسے بھی دور بیٹھ کر ہم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ وہاں کے

حالات کیا ہوں گے۔"

"اب کیا، کیا جائے؟"

"سوچتے ہیں کسی وکیل سے مشورہ کرتے ہیں۔"

"مجھے شرمین کی آہ لگی ہے، میں نے اس کا دل دکھا کر گناہ کیا۔" وہ رونے کے قریب تھا۔

"گناہ کی تلافی یہ ہے کہ انسان اپنے گناہ کا اعتراف کرلے اور جس کا گناہ گار ہو اس سے معافی مانگ لے۔"

"وہ میں کرنا چاہتا ہوں لیکن......!"

"لیکن کیا؟"

"شرمین معاف نہیں کرے گی اور ویسے بھی اس کی زندگی میں اب میری گنجائش کہاں؟"

"گنجائش کی بات الگ ہے پہلی ضرورت معافی کی ہے۔"

"وہ میں مانگ لوں گا آغا جی کی طبیعت سنبھل جائے تو......!"

"اچھی بات ہے کاش تمہیں شرمین بہن کا ساتھ نصیب ہوجائے۔" صفدر نے سچے دل سے کہا تو وہ بہت دنوں کے بعد مسکرادیا۔

"میں اس کے بنا نہیں رہ پاؤں گا۔"

"یہ تو نہ کہو آخر کو رہ ہی رہے تھے۔"

"طنز نہیں میرے دوست۔"

"طنز نہیں ہے۔"

"پھر وکیل سے مشورہ کرو۔"

"ہمم، پتا کرتا ہوں لیکن بہتر تو یہ ہوتا کہ پہلے وہاں کی سچویشن پتا چلے اور آغا جی سے بہتر کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔"

"آغا جی تو ابھی اس قابل نہیں۔"

"اچھا میں کسی سے پوچھتا ہوں۔"

"کیا پولیس ہمیں ملوث سمجھ رہی ہوگی؟"

"ظاہر ہے اپارٹمنٹ جو ہمارا ہے وہاں سے لڑکی اور ڈرگز دستیاب ہونا یہی ہے۔"

"اوہ گاڈ، میں نے بابا کی بات مانی ہوتی۔"

"میرا خیال ہے اپنی پچھلی خطاؤں کی فہرست بناؤ اور پھر غور کرو۔" صفدر نے آغا جی کو دیکھنے کی غرض سے اٹھتے ہوئے کہا وہ بھی اس کے ہمراہ اٹھ کر چلا آیا کافی دیر سے وہ کمرے کے سامنے بیٹھے بات چیت کررہے تھے آغا جی ابھی تک آنکھیں موندے ہوئے تھے، اس قابل نہیں تھے کہ ان کی آمد پر آنکھیں کھولتے نرس نے انہیں ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق بولنے سے منع کیا تھا بس خاموشی سے دیکھنے کی اجازت تھی، وہ دونوں وہیں ان کے پیروں کی طرف کھڑے بس انہیں دیکھتے رہے عارض کی آنکھوں میں پانی بھرتا گیا تو صفدر نے اسے کندھا تھپتھپا کر تسلی دی۔

❁......✺✺......❁

اذان کی فرمائش پر اس نے میکرونی بنادی، خود سالن پکانے کے لیے فریزر سے چکن نکالی پیاز ٹماٹر نکالے چولہے پر دیگچی رکھی، اذان بڑے شوق سے کھانے میں محو تھا۔

"ماما، روز ایسی میکرونی بنایا کریں۔" وہ ایک دم بولا۔

"ہوں، لیکن بیٹا روز ایک ہی چیز نہیں کھاتے۔" اس نے جواب دیا۔

"لنچ کے لیے کیا پکائیں گی۔"

"بیٹا کچھ بھی پکادوں گی ابھی ذرا جلدی سے سالن پکانے دو۔"

"کہیں جانا ہے؟"
"آں نہیں تو وہ......!" وہ پلٹ کر بولتے بولتے چپ ہوگئی۔
"کوئی بات ہے؟"
"نہیں، بس آپ کو کچھ سمجھانا تھا۔" اسے وکیل صاحب کے حوالے سے ٹینشن ہورہی تھی۔
"کیا؟"
"یہی کہ کوئی مہمان آئے تو اس سے زیادہ باتیں نہیں کرتے۔" اس نے کہا۔
"ڈیڈی کہتے تھے کہ بات کرنے والے بچوں کو مہمان پسند کرتے ہیں۔"
"ڈیڈی کی بات چھوڑو۔" وہ بے ساختہ جلدی سے کہہ گئی مگر اذان ساکت سا اسے دیکھتا رہ گیا، اسے فوراً ہی غلطی کا احساس ہوا تو مسکرا کر بولی۔
"میرا مطلب ہے ڈیڈی نے وہاں کے حوالے سے بات کی ہوگی یہاں مہمان مائنڈ کرلیتے ہیں۔"
"ماما، ڈیڈی سے بات کرنی ہے پلیز۔" یہ کہہ کر تو اذان نے اس کا دماغ ماؤف کردیا۔
"ہاں، وہ میں ناراض ہوں تو۔" وہ ہکلائی۔
"میرے لیے ماما۔"
"کیا......؟"
"ڈیڈی سے صلح کرلیں مجھے بات کرنی ہے۔" اس کی خوب صورت آنکھوں میں نمی لہرانے لگی شرمین کا کلیجہ پھٹنے لگا اسے بانہوں میں بھر کے شدت محبت سے بھینچ لیا اس کے بال چومنے لگی۔
"اذان وہ وہاں نہیں ہیں۔"
"تو، کہاں ہیں؟" وہ گردن اٹھا کر بولا۔
"وہ شاید کسی اور ملک گئے ہیں کسی کام کے سلسلے میں۔" اس نے صفائی سے جھوٹ بول دیا، یہ جانتے بھی کہ جب اذان سچ جاننے کی عمر کو پہنچے گا تو کس قدر برا سمجھے گا۔
"آپ کو بتا کر۔"
"نہیں، وہ ان کے کسی دوست نے بتایا تھا۔"
"بہت برے ہیں ڈیڈی۔" وہ یہ کہہ کر اپنی پلیٹ پر جھک گیا شرمین کو ٹوٹ کر اس پر پیار آ گیا۔
"ایسے نہیں کہتے بیٹا آج ان کے دوست آرہے ہیں وہ یہ سنیں گے تو کیا کہیں گے؟"
کون؟"
"آپ نہیں جانتے ابھی آنے والے ہیں۔ آپ کمرے میں رہنا یا پھر ملنا ہے تو زیادہ سوال جواب نہیں کرنے۔"
"ٹھیک ہے، وہ کیوں آرہے ہیں۔"
"ڈیڈی نے کچھ سامان بھیجا ہوگا وہی دینے آرہے ہیں۔"
"ہنہہ، اب سامان بھیجا ہے۔"
"کیا مطلب۔"
"انہیں اتنے دن سے یاد نہیں آیا کہ مجھے ڈال کو کیز اور کینڈیز پسند ہیں انہوں نے نہیں بھیجیں۔" وہ منہ پھلا کر بولا۔
"اتنی اچھی چیزیں یہاں مارکیٹ میں ملتی ہیں میری جان۔"
"پیسے بھیج دیے ہوں گے۔"
"آپ چھوڑو بس تیار ہوجاؤ، جو میں نے کہا ہے اس پر عمل کرنا۔" اس نے اپنے تئیں اسے سمجھایا تاکہ وکیل صاحب کے سامنے یا ان کی کسی بات سے اسے صدمہ نہ پہنچے وہ اٹھ کر اندر چلا گیا تو وہ دانتوں میں انگلی دبائے اس سارے معاملے پر غور کرنے لگی۔

کیونکہ یہ اس کی زندگی کا مشکل ترین لمحہ تھا جب وہ صبیح احمد کی بابت جھوٹ بول کر ننھے معصوم اذان کو بہلا رہی تھی۔ کٹھن دور سے گزرنا بہت تکلیف دہ تھا۔ دل دکھی اور روح گھائل تھی دل میں درد تھا اور ذہن میں یادوں کی پرچھائیاں وہ خود کو مشکل سے یہ یقین دلا رہی تھی کہ صبیح احمد دنیا سے رخصت ہوگئے اذان کو تو یقین دلانا چاہتی ہی نہیں تھی نہیں جانتی تھی کہ صحیح ہے یا غلط مگر ایسا کرنا ضروری تھا اذان کے لیے۔ صبیح احمد کی نہیں صرف معصوم اذان کے لیے، صبیح احمد تو کہیں چھپ گئے تھے۔ اذان کی ذات کے پیچھے، نہ ان سے محبت رہی تھی اور نہ نفرت، بس وہ ماضی کا حوالہ تھے شاید، لیکن اب نہیں معلوم تھا کہ وکیل صاحب کیا سامان لا رہے ہیں؟ اس میں کچھ ایسا تو نہیں جس سے اذان کے ذہن پر اثر پڑے، وہ چاہتی تو یہ تھی کہ وکیل صاحب نہ آئیں، مگر یہ بھی اچھا نہیں لگتا تھا کہ وہ کیا سوچیں گے کہ اسے کیا اعتراض ہے، کیسا رشتہ ہے اس سے، رشتے کا بھرم بچانے کی خاطر انہیں آنے کی اجازت دی تھی اب صرف اذان کی فکر لاحق تھی۔ اسے کوئی صدمہ نہ پہنچے، یہی سوچتے ہوئے سالن تیار کررہی تھی، کئی بار آنکھوں سے پانی بہا پیاز کی جلن تھی یا سینے کی جلن...... بس دل غم سے دوچار ضرور تھا اذان کے لیے صبیح احمد کی یادوں سے بچنا خود فریبی کے مترادف تھا۔

❁...... ❁❁ ......❁

ساڑھے چھ کا وقت تھا۔ جب وکیل صاحب مع ڈرائیور اس کے گھر پہنچے دو بڑے سائز کے گتے کے ڈبوں کے ہمراہ برآمدے میں ڈرائیور نے بند ٹیپ سے سیل ڈبے اس کے سامنے رکھے، تو وہ انہیں اپنے چھوٹے سے لان میں لے آئی، وہاں بیٹھ کر بات کرنا مناسب تھا مگر اذان کے اشتیاق نے اسے باہر پہنچا دیا شرمین نے جلدی سے مسکرا کر اسے کہا۔

"بیٹا، ہاتھ ملاؤ انکل سے۔"

"آپ تو بہت بڑے ہوگئے ہو اور بہت پیارے بھی۔" وکیل صاحب نے کہا تو وہ مسکرادیا۔

"آپ میرے ڈیڈی کا تحفہ لائے ہیں۔"

"وہ...... وہ یہ تو سرپرائز بند ہے ان ڈبوں میں۔" وکیل صاحب سے جواب نہ بن پڑا تو وہ بوکھلاہٹ میں کہہ گئے۔

"اذان بیٹا آپ کمرے میں جا کر دیکھو میرا فون تو نہیں بج رہا۔" شرمین نے اسے بہانے سے بھیجا۔

"ڈیڈی کو بتا دیجیے گا میں ناراض ہوں۔" وہ جاتے وقت بولتا گیا، وکیل صاحب نے کچھ عجیب سی نگاہ سے دیکھا۔

"آپ محسوس نہ کریں اذان نہیں جانتا کہ صبیح احمد دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں۔" شرمین نے بہت دھیرے سے کہا۔

"اوہ، مگر یہ تو بڑے مسائل کا ذریعہ بن جائے گا۔"

"ہاں لیکن اسے یہ صدمہ دینا بھی مناسب نہیں لگا، اور پلیز آپ بھی خیال رکھیے گا۔" اس نے ان سے منت آمیز لہجے میں کہا۔

"جیسے آپ مناسب سمجھیں یہ پلیز اس انوائس پر ریسیونگ سگنیچر کردیں۔" انہوں نے ایک فائل اسے تھمادی۔

"آپ کے لیے پہلے چائے وغیرہ لے آؤں۔"

"کسی تکلف کی ضرورت نہیں۔" وہ بولے۔

"دراصل میرے پاس فل ٹائم ملازم نہیں ہوتا۔"

"ایک بات کہوں میڈم؟" پچاس پچپن سالہ وکیل صاحب نے بڑے سلیقے سے پوچھا۔

"جی۔"

"آپ کے پاس اتنا سرمایہ ہے آپ اچھی رہائش گاہ ملازمین رکھ سکتی ہیں۔ اس چھوٹے پورشن میں کیوں؟"

"یہ کافی ہے ہم دو کے لیے اور پوری کوٹھی کافی بڑی ہے کرائے پر ہے آدھا پورشن باقی وہ سب اذان کا ہے۔"

"جی بہتر۔"

"ویسے اس میں آئی مین ڈبوں میں کیا ہوسکتا ہے۔"

"اندازہ نہیں، ان کی رہائش گاہ سے جمع کیا گیا ہوگا استعمال کی اشیا ہوں گی۔" وہ بولے۔

"جی، ایسا ہی لگتا ہے۔" اس نے تائید کی۔

"مجھے اجازت دیں۔"

"جی، شکریہ۔"

"کسی مشورے کی کسی بات کی کوئی مدد درکار ہوتو پلیز فون کردیجیے گا۔" وہ جاتے ہوئے یہ کہہ گئے، وہ باہر گیٹ تک انہیں چھوڑنے گئی۔

واپس آئی تو برآمدے میں پڑے ڈبوں کے قریب جیسے قدم ٹھہر گئے۔ صبیح احمد کی نشانیاں ان ڈبوں میں بند ہوں گی، وہ زندگی میں تو نہ مل سکے مگر کیا خبر تھی کہ بعد مرنے کے ان نشانیوں میں انہیں سمیٹنا ہوگا، کس حوالے اور ہمت کی ضرورت ہوگی، اس میں ان کے من پسند پرفیوم کی خالی بھری بوتلیں ہوں گی کف لنکس ہوں گے خوب صورت خوش نما سگار ہوں گے کچھ ٹائیاں کچھ رومال اور بھی چھوٹی چھوٹی نفیس چیزیں، یا پھر اور کچھ وہ سرد لمبی سانس بھر کے سوچتے ہوئے اندر آ گئی جہاں اذان اس کی آمد کا منتظر تھا بے چین تھا ایکسائیٹڈ تھا وہ سمجھ گئی۔

"اذان آؤ بیٹا کھانا کھائیں پھر باہر چلیں گے۔" اذان سمجھ گیا کہ وہ اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتیں اس لیے چپ ہوگیا۔

ڈاکٹر کی موجودگی میں آغا صاحب نے آنکھیں کھولیں، ڈاکٹر نے مسکرا کر اطمینان کا اظہار کیا، عارض اور صفدر کو ہدایت کی کہ ان سے زیادہ باتیں نہیں کریں خاموش رہنا ہے مگر بہت کو شیئس اب آغا صاحب خطرے سے باہر ہیں ڈاکٹر کہہ چلے گئے تو صفدر نے عارض کو خوش ہوکر مبارک باد دی۔

"اللہ کا شکر ہے۔" عارض نے کہا آغا جی کی نظروں کے عین سامنے وہ تھا انہوں نے ہولے سے پکارا۔

"عا......عا......عارض......!"

"جی جی بابا...... بولیں پلیز۔" وہ فرط جذبات سے ان پر جھک گیا۔

"ص...... صفدر......!" انہوں نے صفدر کو بلایا۔

"صفدر بابا بلا رہے ہیں۔" عارض نے صفدر سے کہا تو وہ جلدی سے ان کے قریب آ گیا۔

"جی آغا جی...... بولیں......!"

"مو...... معید......!" وہ بمشکل بولے ساتھ ہی ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"آغا جی، پلیز آپ روئیں نا، میں سمجھ گیا ہوں۔" صفدر نے ان کی آنکھیں صاف کیں وہ اپنے وفادار ملازم کے لیے بے چین اور دکھی ہو رہے تھے۔

"وہ...... پ...... پاکستان۔" وہ پھر ٹوٹا پھوٹا سا بولے۔

"آغا جی، آپ ابھی آرام کریں ڈاکٹر نے ٹینشن سے منع کیا ہے۔" عارض نے انہیں سمجھایا تو وہ خاموش ہو گئے مگر اس کوشش میں تھے کہ کچھ کہہ سکیں، بول سکیں۔

"آغا جی، ابھی آپ کوئی ٹینشن نہ لیں سب ٹھیک ہوجائے گا، ہم آپ ساتھ ہیں آپ کے پاس ہیں۔" صفدر نے انہیں بہت نرمی اور اپنائیت سے سمجھایا مگر وہ مطمئن نہیں تھے۔

"معید صاحب۔" پھر ایک دم سے معید صاحب کو پکارا۔

"پلیز بابا...... ہم انہیں آزاد کرالیں گے آپ فکر نہ کریں۔" عارض نے کہا، عین اسی وقت آغا جی کا موبائل فون بجنے لگا، عارض نمبر دیکھ کر پریشان ہوگیا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)